www.kitabosunnat.com

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رفعت الاقلام وجفت الصحف] یعنی تقدیر لکھ کر قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہیں۔ (لہذا وہی کچھ ہوگا جو قلموں نے صحیفوں پر لکھ دیا ہے)

(لیکن درج ذیل آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالی اپنے فیصلے تبدیل بھی فرمالیتا ہے) ملاحظہ ہو:

﴿ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَابِ ﴾ (الرعد:۳۹)

ترجمہ: ''اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے، لوح محفوظ اسی کے پاس ہے''

آیت کریمہ ﴿ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ... ﴾ کا معنی

لیکن اس آیت کو مفسرین نے شرعی امور سے متعلق قرار دیا ہے، یعنی (اللہ تعالی جس نے ہر نبی پر شرعی احکام نازل فرمائے، اسے پورا اختیار ہے کہ) جس حکم کو چاہے منسوخ فرمادے، اور جسے چاہے برقرار رکھے، اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور بالآخر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر اختتام پذیر ہوا جس نے سابقہ تمام شرائع کو منسوخ کر دیا۔ کچھ مفسرین نے اس سے مراد وہ اقدار لی ہیں جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں جیسا کہ بعض امور ملائکہ کو تفویض کئے گئے ہیں۔ تفصیل کیلئے حافظ ابن القیم کی کتاب ''شفاء العلیل'' باب ۲، ۳، ۴، ۵ اور ۶ ملاحظہ ہو۔ حافظ ابن القیم نے ان ابواب میں سے ہر باب میں لوح محفوظ کی تقدیر کے بعد خاص تقدیر کا ذکر کیا ہے۔

یہاں ایک حدیث کی وضاحت بھی ضروری ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بسند حسن روایت کیا ہے (۲۱۳۹)، شیخ البانی کی ''السلسلۃ الصحیحۃ'' (۱۵۴) میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لایرد القضاء إلا الدعاء، ولایزید فی العمر الا البر] یعنی: [قضاء کو صرف دعا ٹال سکتی ہے، جبکہ صرف نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔]

حدیث شریف [لایرد القضاء إلا الدعاء] کا معنی

اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دعا لوح محفوظ کے فیصلے کو بدل ڈالتی ہے، بلکہ معنی یہ ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ دعا کی برکت سے اس شر سے جو تقدیر میں چلتا آرہا تھا سلامتی عطا فرمادی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شر سے سلامتی مقدر فرمادی اور سلامتی کے اسباب بھی مقدر فرمادیئے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے وہ شر جو اس کی تقدیر میں مسلسل چلا آرہا تھا ٹال دیا، ایک ایسے سبب کے عوض جو بندے سے ظاہر ہوگا اور وہ دعا ہے، چنانچہ بندے کا دعا کرنا اور اسے سلامتی کا حاصل ہوجانا بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندے کی عمر کا لمبا ہونا تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور اس لمبی عمر کا راز بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے، جو کہ نیکی اور صلہ رحمی سے عبارت ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام اسباب اور ان کے نتائج ومسببات اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہیں۔

یہی معنی رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا کیا جائے گا [من سره أن يبسط له في رزقه أو ينسأ له في أثره فليصل رحمه] (صحیح بخاری ۲۰۶۷، صحیح مسلم ۲۵۵۷)

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی، اور عمر میں طوالت وبرکت عطا فرمادی جائے وہ اپنے رشتے داروں سے جوڑ کر رکھے۔

بہرحال ہر انسان کی اجل (موت کا وقت) لوح محفوظ میں ایک امر مقدر ہے، جو نہ آگے ہوسکتا ہے نہ پیچھے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ﴾ (المنافقون:۱۱)

ترجمہ: "اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا"

نیز فرمایا:

﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾

ترجمہ: "ہر امت کیلئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں" (یونس:۴۹)

جو بھی انسان مرتا ہے یا قتل ہوتا ہے، معتزلہ کا یہ قول کہ "جو انسان قتل ہوتا ہے اس کی طبعی عمر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کٹ جاتی ہے، اور اگر وہ قتل نہ کیا جاتا تو دوسری اجل یعنی لمبی عمر جیتا" باطل ہے، ہر انسان کیلئے ایک ہی اجل مقدر ہے، البتہ موت کے اسباب مختلف ہیں اور وہ بھی سب کے سب مقدر ہیں، چنانچہ کچھ لوگوں کا مرض کے نتیجہ میں، کچھ کا ڈوب کر، اور کچھ کا قتل ہو کر مرنا مقدر ہوتا ہے (بہر حال سب کی اجل ایک ہی ہے البتہ اسباب اجل مختلف ہیں)

(۸) کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے چھوڑنے یا اللہ تعالیٰ کے کسی حرام امر کے ارتکاب کرنے کے سلسلے میں تقدیر کو بطور دلیل و حجت پیش کرے (مثلاً یوں کہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا تقدیر میں یونہی لکھا ہوا ہے، یا میں شراب پیتا ہوں تو تقدیر میں یونہی لکھا ہوا ہے) اگر کوئی شخص کسی ایسی معصیت کا ارتکاب کرے جس پر شرعی حد نافذ ہوتی ہے، اور وہ اپنی اس معصیت کا بہانہ یا عذر تقدیر کو قرار دے اور کہے کہ تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا، تو اس شخص پر شرعی حد نافذ کر کے اسے آگاہ کر دیا جائیگا کہ یہ حد اور سزا بھی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی۔

اب یہاں ایک حدیث کی وضاحت ضروری ہے جس میں آدم و موسیٰ علیہما السلام کا ایک جھگڑا مذکور ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۳۴۰۹) اور صحیح مسلم (۲۶۵۲) میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[احتج آدم وموسى ،فقال له موسى: أنت آدم الذى أخرجتك خطيئتك من الجنة ،فقال له آدم :أنت موسى الذى اصطفاك الله برسالاته ، وبكلامه،ثم تلومني على أمر قدر على قبل أن أخلق؟فقال رسول الله ﷺ فحج آدم موسى، مرتين]

ترجمہ: [آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے مابین ایک جھگڑا ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ آدم ہیں جنہیں آپ کے گناہ نے جنت سے نکلوا دیا، آدم علیہ السلام نے فرمایا: تم موسیٰ ہو، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے مشرف فرمایا، تم مجھے ایسے مسئلہ میں ملامت کرتے ہو جو میری پیدائش

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے بھی قبل میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو بار فرمایا: آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب[1] آ گئے]

حدیث احتجاجِ آدم علی موسیٰ کا مفہوم

واضح ہو کہ اس حدیث میں آدم علیہ السلام نے فعلِ معصیت پر تقدیر کو بطور حجت پیش نہیں کیا، بلکہ معصیت کے نتیجے میں نازل ہونے والی مصیبت پر تقدیر کو بطور حجت پیش کیا۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''شفاء العلیل'' کا تیسرا باب اس حدیث پر بحث کرنے کیلئے قائم فرمایا، اس باب میں پہلے تو انہوں نے اس حدیث کی تشریح کے حوالے سے لوگوں کے غلط اقوال کا تذکرہ کیا، پھر قرآن حکیم کی وہ آیات نقل فرمائیں جن میں مشرکین کا اپنے شرک کے ارتکاب کرنے پر تقدیر میں لکھے ہوئے کو بطور بہانہ یا حجت پیش کرنے کا ذکر ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس حجت کو پیش کرنے پر انہیں جھوٹا قرار دیا؛ کیونکہ وہ اپنے شرک اور کفر پر قائم ومصر رہتے ہوئے تقدیر میں لکھے ہوئے کا عذر پیش کر رہے ہیں۔ یہ بات تو درست ہے کہ ان کا مبتلائے شرک ہونا تقدیر میں لکھا ہوا ہے، مگر ان کا اسے اپنے شرک کی صحت پر محمول کرنا ایک امرِ باطل ہے، لہٰذا ان کا قول حق ہے، مراد باطل ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے حدیثِ مذکورہ (آدم وموسیٰ کا مناظرہ) کا معنی بیان کرتے ہوئے دو توجیہیں نقل فرمائیں، پہلی توجیہ اپنے شیخ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ کے حوالے سے، اور دوسری توجیہ اپنے فہم اور استنباط سے پیش فرمائی۔

چنانچہ (ص ۳۵ تا ۳۶) میں فرماتے ہیں:

'' جب آپ نے یہ بات پہچان لی، تو پھر واضح ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے أسماء وصفات کی جو معرفت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر ان کا مقام اس بات سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کو کسی ایسے گناہ پر ملامت کریں جس سے وہ توبہ کر چکا ہے بلکہ توبہ قبول کرنے کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت بھی دی اور اپنا چنا ہوا بندہ بھی قرار دے دیا، اور آدم علیہ السلام کو جو اپنے پروردگار کی معرفت حاصل تھی اس کے پیشِ نظر ان کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے کہ وہ اپنی معصیت کیلئے تقدیر میں لکھے ہوئے کو بطورِ حجت پیش کریں، بلکہ اصل معاملہ یوں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو معصیت پر نہیں اس مصیبت پر ملامت فرمائی جس کا جنت سے نکلنے اور فتنوں اور آزمائشوں کے گھر میں آنے کی وجہ سے ان کی پوری اولاد کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس لئے ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: ''أخرجتنا ونفسک من الجنة'' یعنی آپ نے اپنے آپ کو اور ہم سب کو جنت سے نکلوا دیا، اور ایک حدیث میں ''خیبتنا'' کا لفظ بھی مروی ہے، یعنی آپ نے ہمیں نامراد بنا دیا، اس کے جواب میں آدم علیہ السلام نے ان پر اور ان کی پوری ذریت پر نازل ہونے والی اس مصیبت پر تقدیر میں لکھے ہوئے کو بطورِ حجت پیش فرمایا، اور فرمایا: یہ مصیبت جو میری غلطی کے بسبب میری اولاد کو حاصل ہوئی، یہ میر پیدائش سے بھی قبل تقدیر میں لکھی جا چکی تھی، تقدیر میں لکھے ہوئے کو مصیبتوں میں بطورِ حجت پیش کیا جاتا ہے، عیبوں اور گناہوں میں نہیں، لہٰذا آدم علیہ السلام کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تم مجھے اس مصیبت پر ملامت کیوں کر رہے ہو جو مجھ پر اور میری اولاد پر میری پیدائش سے بھی ہزاروں سال قبل لکھ دی گئی تھی۔

یہ ہمارے شیخ کا جواب ہے، جبکہ ہمیں اس کا ایک دوسرا جواب بنتا دکھائی دے رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ گناہ پر تقدیر کے لکھے ہوئے کو بطورِ حجت پیش کرنا ایک مقام پر درست اور نافع ہے، اور ایک مقام پر غلط اور نقصان دہ ہے، نافع اس وقت ہے جب بندے سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ اس پر توبہ کر لے اور پھر کبھی اس گناہ کی طرف جھانک کر بھی نہ دیکھے، جیسا کہ آدم علیہ السلام نے کیا، تو اس صورت میں اپنے گناہ کو نوشتۂ تقدیر قرار دینا عین توحید بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت کی علامت بھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دریں صورت تقدیر کا ذکر، ذکر کرنے والے اور سننے والے دونوں کو فائدہ دے گا؛ کیونکہ تقدیر کے ذکر سے نہ تو وہ کسی امر یا نہی کو ٹال سکتا ہے نہ ہی شریعت کو باطل کر سکتا ہے، اس سے تو توحید کی اساس پر محض حق کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے، نیز یہ کہ بندہ یہ اقرار کرتا ہے کہ نیکی کرنے یا برائی کے چھوڑنے کی مجھ میں کوئی طاقت نہیں (یہ تو محض اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہے)

(یہ بات تھوڑی سی دقیق ہے) لہذا ہم آدم علیہ السلام کے واقعہ سے کچھ توضیح کرتے ہیں:

آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: تم مجھے میرے ایک ایسے گناہ کہ جو میری پیدائش سے قبل ہی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا کے ارتکاب پر ملامت کر رہے ہو؟ چنانچہ جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، پھر وہ توبہ کر لے اور اس کا گناہ اس طرح ڈھل جائے کہ گویا سرزد ہی نہیں ہوا تھا، اس کے بعد کوئی شخص اسے اس گناہ کے ارتکاب پر ملامت کرے تو دریں صورت اس کا تقدیر کے لکھے ہوئے کو محض حجت بنانا درست ہوگا، اب وہ یہ کہہ سکتا ہے گناہ کا یہ معاملہ میری تقدیر میں میری پیدائش سے قبل ہی لکھا جا چکا تھا۔ اب وہ تقدیر کے ذکر سے نہ تو حق کو ٹال رہا ہے، نہ ہی تقدیر میں لکھے ہوئے کو اپنے گناہ کے جواز کیلئے بطور دلیل پیش کر رہا ہے (کیونکہ وہ تو اپنے اس گناہ سے بچی توبہ کر چکا ہے) لہذا اب تقدیر کے لکھے ہوئے کو بطور حجت پیش کرنے کا کوئی نقصان نہیں ہے (بلکہ فائدہ ہے کیونکہ یہ اقرار عقیدۂ توحید کی پختگی کی علامت ہے اور اپنے عجز و ضعف کا اظہار بھی ہے کہ گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے)

واضح ہو کہ گناہ پر تقدیر کے لکھے ہوئے کو بطور حجت پیش کرنے کا جو نقصان دہ مقام ہے اس کا تعلق زمانۂ حال اور مستقبل سے ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ کسی حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے، یا کسی فریضے کے ترک کا مرتکب ہوتا ہے (اور توبہ بھی نہیں کرتا) اب اسے کوئی ملامت کرتا ہے اور وہ اپنے اس گناہ کے ارتکاب بلکہ اصرار پر تقدیر کے لکھے ہوئے کو بطور حجت پیش کرے (یعنی یوں کہے کہ تقدیر میں یونہی لکھا ہے کہ میں یہ گناہ کرتا ہوں یا کرتا رہوں گا) تو یہ یقیناً نقصان دہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صورت ہے؛ کیونکہ اس طرح وہ تقدیر کی حجت کے ذریعے اپنے حق کو ترک کرنے، یا باطل کا ارتکاب کرنے کا جواز پیش کر رہا ہے۔

چنانچہ مشرکین نے اپنے عبادت لغیر اللہ اور شرک کے مسلسل اصرار پر نوشتۂ تقدیر ہی کو بطورِ حجت پیش کیا تھا، انہوں نے کہا تھا ﴿ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَآ أَشْرَكْنَا وَلَآ آبَاؤُنَا ﴾ (الانعام:۱۴۸)
یعنی ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم، نہ ہمارے آباء واجداد شرک کرتے'' (ہم جو شرک کر رہے ہیں تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یونہی چاہتا ہے اور اس نے اسی طرح لکھا ہوا ہے)

ایک اور مقام پر ان کا یہ قول مذکور ہے: ﴿ لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ﴾ یعنی ''اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان بتوں کی پوجا نہ کرتے'' (الزخرف:۲۰)

لہٰذا وہ اپنے شرک کے جواز پر تقدیر کو بطورِ حجت پیش کر رہے ہیں، نہ تو انہیں اپنے شرک پر کوئی ندامت یا شرمندگی ہے، نہ اس شرک کو مستقبل میں چھوڑنے کا کوئی عزم یا ارادہ ہے اور نہ ہی اس شرک کے باطل یا فاسد ہونے کا اقرار واعتراف ہے۔ گناہ پر تقدیر کو حجت ماننے کی یہ صورت، پہلی صورت سے بالکل برعکس ہے، کیونکہ پہلی صورت میں گناہ کا اقرار بھی ہے کہ اس کے ارتکاب پر ندامت بھی ہے اور اسے ہمیشہ چھوڑ دینے کا عزم بھی ہے لہٰذا دریں صورت اگر کوئی ملامت کرے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارتکابِ معصیت کے بعد اس کی قباحت وملامت اگر (توبہ کے ذریعہ) ختم ہو جائے تو نوشتۂ تقدیر کو بطورِ حجت ذکر کرنا درست ہے اور اگر ارتکابِ معصیت کے بعد اس کی قباحت وملامت قائم ہے (اور بندہ نہ تائب ہے نہ نادم اور نہ اس کے ترک پہ عازم) تو تقدیر کے لکھے ہوئے کو بطورِ حجت پیش کرنا باطل ہے (کیونکہ یہ تو اس گناہ کا جواز پیش کرنے کے مترادف ہوگا)

(۹) قولہ: " تعالیٰ ان یکون فی ملکہ مالا یرید، أو یکون لاحد عنہ غنی، خالقا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کل شیء، ألا ھو رب العباد ورب اعمالھم ،والمقدر لحرکاتھم وآجالھم."

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے کہ انکی بادشاہت میں کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر یا برخلاف ہو، یا کوئی مخلوق اس سے مستغنی ہو، ہر شئی کا صرف وہی خالق ہے، تمام بندوں اور انکے تمام اعمال کا وہی رب ہے، اور انکی تمام حرکات وآجال کی تقدیر بنانے والا بھی وہی ہے"

افعالِ عباد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یہ بندوں کی مشیت سے واقع ہوتے ہیں...

واضح ہو کہ یہ تمام جملے، فرقۂ ضالہ قدریہ پر رد ہیں، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ بندے اپنے افعال کے خود ہی خالق ہیں، اسی طرح بندوں کے افعال کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے اندر ہی سرزد ہورہے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر نہیں ہیں۔ اب بندے چونکہ اپنے افعال کے خود ہی خالق ہیں لہذا وہ اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہیں۔ قدریہ کے ان معتقدات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کا خالق تسلیم نہیں کرتے۔ (والعیاذ باللہ)

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور ان کے تمام افعال کا بھی، وہ تمام ذوات کا خالق ہے، اور تمام صفات کا بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ﴾ (الرعد:١٦)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے"

نیز فرمایا: ﴿ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ﴾ (الزمر:٦٢)

ترجمہ: "اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے"

نیز فرمایا: ﴿ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (الصافات:٩٦)

ترجمہ: "حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے"

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قدریہ منکرین (منکرینِ تقدیر) کے مقابلے میں ایک اور گمراہ فرقہ ہے جو جبریہ کے نام سے موسوم ہے، انہوں نے بندوں سے ہر قسم کا اختیار سلب کر دیا ہے، اور انہیں ہر قسم کی مشیت وارادہ سے عاری قرار دیا ہے، یہ لوگ اختیاری اور اضطراری تمام حرکات میں برابری کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بندوں کا ہر فعل یا حرکت، درختوں کی حرکت کی طرح ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ بندوں کا کھانا، پینا یا نماز، روزہ ایسے اعمال ان کے ارادے سے صادر نہیں ہوتے، بلکہ وہ ان اعمال کے اصدار پر مجبور ہیں۔ جیسے ایک رعشہ کا مریض، اپنے ارادہ یا اختیار سے اپنے ہاتھ نہیں ہلاتا، بلکہ بہ سبب مرض مجبوراً اس کے ہاتھ ہلتے رہتے ہیں، لہذا (بقول ان کے) بندوں کے افعال وحرکات میں، ان کے کسب وارادہ کو کوئی دخل نہیں۔

ان سے پوچھا جائے کہ پھر انبیاء ومرسلین کی بعثت کا کیا فائدہ رہا؟ کتب سماوی کے نزول کی کیا حکمت رہی؟

شرعی ادلہ سے انتہائی قطعیت کے ساتھ یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ عمل کے تعلق سے بندے کو ایک طرح کا ارادہ ومشیت حاصل ہے چنانچہ وہ اپنے ہر نیک عمل پر قابلِ تعریف بھی ہے اور مستحقِ اجر وثواب بھی جبکہ ہر بُرے فعل پر قابلِ مذمت بھی ہے، اور مستحقِ عذاب بھی۔

اس کے تمام اختیاری افعال، باعتبارِ فعل وکسب اسی کی طرف منسوب ہوں گے، جبکہ اس کی تمام اضطراری حرکات، مریضِ رعشہ کی حرکت کی مانند قرار پائیں گے وہ اضطراری حرکت بندے کا فعل نہیں قرار پائی گی، بلکہ اس کی صفت (کیفیت یا حالت) شمار ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ علماءِ نحو فاعل کی تعریف یوں کرتے ہیں "هو اسم مرفوع يدل على من حصل منه الحدث أو قام به" یعنی: فاعل ایک ایسا اسم ہے جو مرفوع ہوتا ہے، اور ایک ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس سے یا تو کوئی کام صادر ہوتا ہے، یا کوئی کام اسکے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

کام کے صادر ہونے سے ان کی مراد بندے کے وہ اختیاری افعال ہیں جو اس کی مشیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وارادہ سے صادر ہوتے ہیں (جیسے نماز، روزہ، کھانا، پینا وغیرہ) اور کام کے اس کے ساتھ قائم ہونے سے ان کی مراد ایسے کام جس میں اس کی مشیت وارادہ کو کوئی دخل نہیں، جیسے موت، مرض اور ارتعاش وغیرہ۔

چنانچہ جب یوں کہا جائے گا کہ: زید نے کھایا، پیا، نماز پڑھی یا روزہ رکھا، تو ان تمام مثالوں میں زید ایک ایسا فاعل ہے جس کے اختیار سے کھانا، پینا، نماز پڑھنا یا روزہ رکھنا ایسے اعمال صادر ہورہے ہیں۔ اور جب یوں کہا جائے کہ: زید بیمار ہوا، یا زید فوت ہوا، یا زید کے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہوا، تو ان تمام مثالوں میں جو افعال (بیمار ہونا، مرنا وغیرہ) مذکور ہیں وہ زید کا فعل قرار نہیں پائیں گے۔ بلکہ ایسے اوصاف یا احوال قرار پائیں گے جو زید کے ساتھ (بامر اللہ) لاحق وقائم ہوئے (جن میں زید کے ارادہ ومشیت کو کوئی دخل نہیں ہے۔)

واضح ہو کہ افعالِ عباد کے تعلق سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ، جبریہ اور قدریہ کے گمراہ عقیدوں کے بین بین انتہائی اعتدال پر قائم ہے۔ چنانچہ قدریہ تو تقدیر کے سراسر منکر ہیں، جبکہ جبریہ نے تقدیر کے اثبات میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ بندے سے ہر قسم کے ارادہ ومشیت کو سلب کرکے رکھ دیا۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ اعمال کے تعلق سے بندوں کیلئے مشیت ثابت کرتے ہیں جبکہ اللہ رب العزت کیلئے مشیت عامہ کے اثبات کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ بندوں کی مشیت کو اس طرح تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التکویر:۲۹)

ترجمہ: ''اور تم بغیر پروردگارِ عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے''

لہذا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اللہ تعالیٰ کی مشیت ومرضی کے خلاف کوئی چیز واقع نہیں ہوسکتی۔ یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا وہ واقع ہو ہی نہیں سکتی، بخلاف قدریہ کے جو کہتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بندے اپنے تمام افعال کے خود ہی خالق ہیں اور بخلاف جبریہ کے جو کہتے ہیں کہ بندے اس قدر مسلوب ارادہ و مشیت ہیں کہ کسی بھی گناہ کے ارتکاب پر انہیں مستحق سزا قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس گناہ کے ارتکاب میں ان کے ارادہ و مشیت کو کوئی دخل نہیں۔

ہماری اس تقریر سے ایک سوال کا جواب آسان ہوگیا جو بار بار پوچھا جاتا ہے اور وہ یہ کہ: بندہ مسیر ہے یا مخیر؟

مخیر سے مراد: جسے اپنے افعال و اعمال پر اختیار حاصل ہو، اور مسیر سے مراد جو ہر قسم کے اختیار، ارادہ اور مشیت سے عاری ہو، اور جس طرح چلایا جائے اسی طرح چلنے پر مجبور ہو۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نہ تو اسے مطلقاً مسیر کہا جاسکتا ہے نہ مطلقاً مخیر، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ وہ اس اعتبار سے مخیر ہے کہ اسے اپنے افعال کی انجام دہی میں مشیت وارادہ حاصل ہے، جس کی بناء پر اس کے تمام اعمال اس کا کسب قرار پاتے ہیں، چنانچہ وہ ہر نیک عمل پر مستحق ثواب، اور ہر بُرے عمل پر مستحق عذاب ہے۔ جبکہ بندہ اس اعتبار سے مسیر ہے کہ اس سے صادر ہونے والا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خارج نہیں بلکہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مشیت، ارادہ، خلق اور ایجاد کے دائرہ میں ہے۔

(۱۰) قولہ: یضل من یشاء، فیخذلہ بعدلہ، ویھدی من یشاء فیوفقہ بفضلہ، فکل میسر بتیسیرہ الی ماسبق من علمہ وقدرہ، من شقی او سعید.

ترجمہ" جسے چاہتا ہے، بتقاضۂ عدل گمراہ کرکے ذلتوں اور پستیوں میں پھینک دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بتقاضۂ فضل ہدایت و توفیق سے سرشار فرمادیتا ہے، لہٰذا ہر بد بخت یا نیک بخت پر، اللہ تعالیٰ کے علمِ سابق اور اس کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق اس کی توفیق سے (بُرا یا اچھا) راستہ آسان کردیا گیا۔

ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے حاصل ہوتی ہے

ہر ہدایت یافتہ انسان کیلئے ہدایت، اور گمراہ شخص کی گمراہی، اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے سعادت اور ضلالت کا راستہ بیان فرمادیا ہے، اور انہیں زیورِ عقل سے بھی آراستہ فرمادیا جس کی مدد سے وہ نفع بخش اور نقصان دہ چیز میں تمیز کر سکیں، چنانچہ جو ہدایت کا انتخاب کر کے اس پر رواں دواں ہو گیا وہ ضرور بالضرور سعادتِ کاملہ کے عظیم صلہ کو حاصل کرے گا۔ سعادت کی اس راہ پر چلنے میں بندے کی مشیت وارادہ کو پورا پورا دخل حاصل ہے، اور بندے کی یہ مشیت وارادہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے تابع ہے، اور ہدایت کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے بہ سبب ہے۔ اور جس شخص نے طریق ضلالت کا انتخاب کر کے اسے اپنالیا وہ یقیناً شقاوت (بدبختی) کے گڑھے میں جا گرے گا، بندے کے گمراہی کے راستہ کو منتخب کرنے میں اس کی مشیت وارادہ کو مکمل دخل حاصل ہے، اور بندے کی یہ مشیت وارادہ، اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے تابع ہے، اور شقاوت کا یہ معاملہ عدل کے بہ سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ . وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ . وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾

ترجمہ: ''کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور زبان اور ہونٹ (نہیں بنائے)۔ ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں راستے'' (البلد: ۸ تا ۱۰)

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾ (الدھر: ۳)

ترجمہ: ''ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا''

نیز فرمایا: ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہِ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ آپ اس کا کوئی کارساز یا رہنما پا سکیں'' (الکھف: ۱۷)

ہدایتِ ارشاد اور ہدایتِ توفیق میں فرق

ہدایت کی دو قسمیں ہیں: ایک ہدایتِ ارشاد، دوسری ہدایتِ توفیق

ہدایتِ ارشاد: (جس سے مراد راہِ ہدایت کی دعوت دینا ہے) سب کو حاصل ہے؛ کیونکہ دین کی دعوت عمومیت کے ساتھ سب ہی کیلئے ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (الشوریٰ:۵۲)
ترجمہ: ''آپ ﷺ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں''
میں اسی قسم یعنی ہدایتِ ارشاد کا ذکر ہے۔

ہدایتِ توفیق: (جس سے مراد راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق کا میسر آجانا ہے) اس شخص کو حاصل ہوسکتی ہے، جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں اسی قسم کا ذکر ہے: ﴿ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ (القصص:۵۶)
ترجمہ: ''آپ ﷺ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے''
اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ان دونوں قسموں کو اس آیتِ کریمہ میں جمع فرمادیا ہے:
﴿ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾
ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (یونس:۲۵)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ'' میں دعوتِ ارشاد کا ذکر ہے؛ کیونکہ دعوت کے مخاطب تمام لوگ ہیں۔ ارادۂ عموم کی وجہ سے مفعول محذوف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ راہ نمائی تو سب کی کردی گئی ہے، مگر قبول کون کرتا ہے ؟...وہی، جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیقِ ہدایت میسر ہو۔ اس بات کا ذکر اس آیتِ کریمہ کے دوسرے حصے میں فرمادیا: '' وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ '' یہاں مفعول ظاہر کردیا تاکہ خصوص کا فائدہ حاصل ہوجائے، مقصد یہ ہے کہ ہدایت کی توفیق ان مخصوص افراد کو ملتی ہے جن کی ہدایت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

ہمارے شیخ محمد الأمین الشنقیطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''رفع ایہام الاضطراب عن آیات الکتاب'' کے اندر سورۃ الشمس کی تفسیر میں دو حکایتیں ذکر فرمائی ہیں، جن سے تقدیر کے مسئلہ میں معتزلہ کے مذہب کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی حکایت: فرماتے ہیں: جب امام ابو اسحاق الاسفرائنی نے معتزلی عالم عبدالجبار کے ساتھ مناظرہ کیا، تو اس موقع پر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

عبدالجبار معتزلی نے کہا: پاک ہے وہ ذات جو گناہوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مثلاً: چوری اور زنا وغیرہ بندے کی مشیت سے سرزد ہوتے ہیں، ان کے سرزد ہونے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی دخل حاصل نہیں، کیونکہ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے کہ وہ گناہوں اور معصیتوں کی مشیت فرمائے۔

ابواسحاق نے فرمایا: یہ کلمہ حق ہے مگر مراد باطل ہے۔ پھر فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس کی بادشاہت میں صرف وہی کچھ ہو رہا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

عبدالجبار نے کہا: اگر وہ گناہوں اور معصیتوں کا خالق ہے تو پھر ان کے ارتکاب پر مجھے عذاب کیوں دے گا؟

ابواسحاق نے فرمایا: اگر گناہ کا صدور (اللہ تعالیٰ کی مشیت کے برخلاف) تمہاری مشیت سے ہے، تو پھر تمہاری مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر غالب آگئی، اور اللہ تعالیٰ کی مشیت تمہاری مشیت کے سامنے بے بس ہوگئی، تو کیا تم رب ہو اور وہ بندہ؟۔

عبدالجبار نے کہا: بتاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے دعوت تو ہدایت کی دے لیکن اپنی مشیت سے میرے لئے فیصلہ گمراہی کا فرما دے، تو یہ اس کی میرے ساتھ بھلائی ہے یا بُرائی؟

ابواسحاق نے فرمایا: جس ہدایت کو اس نے تجھ سے منع فرما دیا، اگر تو اس کا مالک ہے تو پھر یقیناً اس نے بُرا کیا، اور اگر اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کا عطا فرما دینا فضل ہے اور منع فرما دینا عدل ہے۔ اس پر عبدالجبار مبہوت اور لاجواب ہو گیا۔

تمام حاضرین عش عش کر اٹھے، اور کہنے لگے، واللہ! اس بات کا کوئی دوسرا جواب ممکن ہی نہیں۔

دوسری حکایت: ایک اعرابی، عمرو بن عبید کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا: میری گدھی چوری ہوگئی ہے، دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے لوٹا دے۔

عمرو بن عبید نے یوں دعا کی: اے اللہ! اس شخص کی گدھی چرالی گی ہے، اور اس کے چرائے جانے میں تیر مرضی اور چاہت شامل نہیں، لہٰذا یہ گدھی اس شخص کو واپس لوٹا دے۔

اعرابی نے کہا: اپنی یہ خبیث دعا بند کر دے، اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی تھا کہ گدھی چوری نہ ہو مگر پھر بھی چوری ہوگئی، تو پھر ہو سکتا ہے کہ اس کا ارادہ تو لوٹانے کا ہو، مگر وہ لوٹائی نہ جا سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۳۔ قولہ: " الباعث الرسل إليهم لإقامة الحجة عليهم. "

ترجمہ: "لوگوں پر حجت قائم کرنے کیلئے، ان کی طرف رسول مبعوث فرمانے والا۔"

شرح

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر سب سے بڑی نعمت

(۱) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے، اپنے امر سے انہیں گمراہیوں کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ ہدایت تک پہنچانے، اور اس طرح ان پر اپنی حجت قائم کرنے کیلئے انکی طرف رسول بھیج دیئے اور کتابیں نازل فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾

ترجمہ: "اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور ہر طاغوت کا انکار کرو" (النحل:۳۶)

نیز فرمایا: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: "اور آپ سے قبل ہم نے جس رسول کو مبعوث کیا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پس صرف اور صرف میری ہی عبادت کرو۔"

نیز فرمایا: ﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾

ترجمہ: "ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر نہ رہ جائے" (النساء:۱۶۵)

نیز فرمایا: ﴿ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴾ (فاطر:۲۴)

ترجمہ: "اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو"

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ﴾ (الزخرف:٦)

ترجمہ: ''اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی کتنے ہی نبی بھیجے''

تمام رسولوں پر ایمان لانا واجب ہے

خواہ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں ہو یا نہ ہو

(۲) رسولوں پر ایمان لانا اصولِ ایمان میں شامل ہے، اسی طرح ایمان بالکتب بھی ایمان کا ایک اصل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴾ (البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ: ''ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو''

نیز فرمایا: ﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ﴾ (البقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ: ''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے''

نیز فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

حدیثِ جبریل جو خاصی معروف ہے کے مطابق، جب جبریل ؑ نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان کی بابت پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: [ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وبالقدر خیرہ وشرہ]

یعنی: [ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور روزِ آخرت پر اور تقدیر خواہ اچھی ہو یا بُری پر ایمان لاؤ]

یہ حدیث صحیح مسلم میں امیر المومنین عمر بن خطاب ؓ کی روایت سے موجود ہے۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسولوں میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر ذکر فرما دیا اور کچھ وہ ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾ (المؤمن:۷۸)

ترجمہ: ”یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے“

جن انبیاءِ کرام کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، ان کی مجموعی تعداد پچیس (۲۵) ہے، چنانچہ سورۃ الانعام کے اندر (۱۸) انبیاء کا ذکر ہے، فرمایا:

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ . وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الْمُحْسِنِينَ . وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ . وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ (الانعام:۸۳تا۸۶)

ترجمہ: ''اور یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراھیم کوان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے۔اور ہم نے ان کو اسحٰق دیا اور یعقوب۔ ہرایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانے میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور (نیز) زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو، سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور نیز اسمٰعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہرایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی''

اور باقی انبیاء جن کا ذکر دیگر مقامات پر موجود ہے، یہ ہیں۔

محمد ﷺ، آدم، ھود، شعیب، صالح، ذوالکفل اور ادریس علیہم السلام

اس سلسلہ میں امرِ واجب یہ ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین، خواہ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں ہو یا نہ ہو پر ایمان لایا جائے، جس نے کسی ایک نبی کو جھٹلا دیا اس نے تمام انبیاء کا انکار کر ڈالا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴾ (الشعراء:۱۰۵)

ترجمہ: ''قوم نوح نے بھی رسولوں کو جھٹلایا''

نیز فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴾ (الشعراء:۱۲۳)

ترجمہ: ''قوم عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا''

نیز فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴾ (الشعراء:۱۴۱)

ترجمہ: ''قوم ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِالْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعراء:١٦٠)

ترجمہ: ''قومِ لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا''

نیز فرمایا: ﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعراء:١٧٦)

ترجمہ: ''اَیکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا''

اب حالانکہ ہر قوم نے صرف اپنے رسول کی تکذیب کی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف تمام رسولوں کی تکذیب کی نسبت فرمادی، اس میں نکتہ یہی ہے کہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے۔

جو شخص ایک رسول پر ایمان لے آئے، مگر کسی دوسرے رسول کی تکذیب کر دے تو وہ درحقیقت اس رسول کی بھی تکذیب کر رہا ہے، جس پر وہ ایمان لانے کا دعویدار ہے۔

نبی اور رسول میں فرق

(۴) جہاں تک نبی اور رسول میں فرق کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں مشہور قول تو یہی ہے کہ نبی وہ ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو لیکن وہ اس کی تبلیغ پر مامور نہ ہو، جبکہ رسول وہ ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو اور وہ اس کی تبلیغ پر بھی مامور ہو۔ لیکن بعض دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اور رسول کے مابین یہ فرق صحیح نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (الزخرف:٦)

ترجمہ: ''اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی کتنے ہی نبی بھیجے''

نیز فرمایا: ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ﴾ (الحج:٥٢)

ترجمہ: ''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر نبی کی حقیقت باقاعدہ ایک مرسل اور مامور بالتبلیغ کی تھی۔

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ﴾ (المائدۃ:۴۴)

ترجمہ: ''ہم نے توراۃ نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، یہودیوں میں اسی توراۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے''

یہ آیتِ کریمہ بڑی صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے بھی نبی اسرائیل کے انبیاء تھے وہ توراۃ ہی سے فیصلے فرمایا کرتے اور اسی کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔

بناء بریں رسول اور نبی کے مابین فرق کے حوالے سے یوں کہا جاسکتا ہے کہ: رسول وہ ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو اور کوئی کتاب اتاری گئی ہو، جبکہ نبی وہ ہے جو بذریعہ وحی پچھلی رسالت کی تبلیغ پر مامور کر دیا جائے۔ یہی فرق، ادلہ کے مطابق و موافق ہے۔ البتہ یہاں ایک اشکال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ بعض مرسلین کو اللہ تعالیٰ نے نبی بھی کہا اور رسول بھی۔

مثال کے طور پہ ہمارے پیارے پیغمبر محمد ﷺ کو ایک مقام پر رسول کہہ کر مخاطب فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ (المائدۃ:٦٧)

ترجمہ: ''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے''

اور ایک مقام پر نبی کہا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ﴾ (التحریم:۱)

ترجمہ: ''اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں"

اسی طرح ایک مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبی اور رسول کہا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴾ (مریم:۵۱)

ترجمہ: "اس قرآن میں موسیٰ کا ذکر بھی کر، جو چنا ہوا اور رسول اور نبی تھا"

اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴾

ترجمہ: "اس کتاب میں اسمٰعیل کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدہ کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی" (مریم:۵۴)

ہمارے پیغمبر جناب محمد ﷺ کو نبی اور رسول کہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آغاز امر میں آپ پر وحی تو نازل ہوئی مگر آپ ﷺ تبلیغ پر مامور نہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے فرمان:

﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنذِرْ ﴾ (المدثر:۲،۱)

ترجمہ: "اے کپڑا اوڑھنے والے۔ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے"

کے ذریعہ تبلیغ دین پر مأمور فرما دیا۔ اسی لئے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنے رسالۂ نافعہ "الاصول الثلاثة" میں فرمایا ہے: آپ ﷺ کو "اقرأ" کی وحی کے ذریعہ نبی اور "المدثر" کی وحی کے ذریعہ رسول بنایا گیا۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی کچھ وقت تبلیغ دین پر مامور نہیں ہوتا (جیسے آغاز امر میں رسول اللہ ﷺ تبلیغ دین پر مأمور نہ تھے بعد میں تبلیغ کا حکم دیکر منصب رسالت پر فائز کر دیئے گئے۔) یا کچھ عرصہ شریعتِ سابقہ کی تبلیغ پر مکلف و مامور ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۴۔ " ثم ختم الرسالة والنذارة والنبوة بمحمد نبيه ﷺ، فجعله آخر المرسلين، بشيرا ونذيرا ،وداعيا إلى الله باذنه وسراجا منيرا ،وأنزل عليه كتابه الحكيم، وشرح به دينه القويم ،وهدى به الصراط المستقيم."

ترجمہ: " پھر اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ رسالت کا اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر اختتام فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء ومرسلین میں سے سب سے آخر میں مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کو بشیر ونذیر بنایا، اپنے اذن سے اپنا داعی اور سراج منیر بنا کر بھیجا، آپ ﷺ پر اپنی کتابِ حکیم (قرآن مجید) نازل فرمائی، اور آپ ﷺ کے ذریعے اپنے دینِ متین کی شرح وتفصیل فرمادی، نیز آپ ﷺ کے ذریعے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمادی۔"

شرح

ہمارے نبی محمد ﷺ کی رسالت کا بیان

اس آخری زمانہ میں تمام جن وانس پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول کریم محمد ﷺ کی بعثت فرمادی، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خیر کے ہر راستے کی نشاندہی فرمادی اور انہیں شر کے ہر راستے سے متنبہ فرمادیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

ترجمہ: " بے شک مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے" (آل عمران:۱۶۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (سبا:۲۸)

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے، ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے''

نیز فرمایا: ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں''

نیز فرمایا: ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (المائدۃ:۱۹)

ترجمہ: ''اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے۔ جو تمہارے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے تا کہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں، پس اب یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''

نیز فرمایا: ﴿ قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا. يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴾ (الجن:۱،۲)

ترجمہ: ''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے''

نیز فرمایا: ﴿ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا أَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ . قَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

أُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ . يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ. وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَئِكَ فِي ضَلَلٍ مُّبِينٍ ﴾ (الاحقاف:۲۹تا۳۲)

ترجمہ: ''اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب ختم ہوگیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کیلئے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہبری کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو! اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی اس کے مددگار ہونگے ، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''

امت محمدیہ کی دو قسمیں ہیں: اُمتِ دعوت، اُمتِ اجابت

ہمارے نبی محمد ﷺ کی اُمت دو قسم کی ہے: ایک اُمتِ دعوت، دوسری: اُمتِ اجابت۔

اُمتِ دعوت کا اطلاق آپ ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامِ قیامت تک آنے والے ہر جن وانس پر ہوتا ہے، (خواہ اسلام قبول کریں یا نہ کریں۔) جبکہ اُمتِ اجابت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ حنیف میں داخل ہونے کی توفیق مرحمت فرمادی۔ گویا آپ ﷺ کی شریعت تمام جن وانس کیلئے ایک ضروری اور لازمی امر ہے اور تمام جن وانس بلا استثناء اسی شریعتِ مطہرہ کے مخاطب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

[والذی نفس محمد بیدہ لایسمع بہ احد من ھذہ الامۃ یھودی ولانصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار] (صحیح مسلم:۲۴۰)

یعنی: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت کا کوئی یہودی یا عیسائی میری دعوت کو سنے پھر وہ میری شریعت پر ایمان لائے بغیر ہی مر گیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

پس ہمارے نبی محمد ﷺ کی بعثت کے بعد، یہود ونصاریٰ کا یہ دعویٰ یا زعم کہ وہ موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے امتی یا پیروکار ہیں قطعی کفایت نہیں کرے گا، بلکہ ان سب کیلئے انتہائی ضروری اور متعین امر یہ ہے کہ وہ ہمارے نبی محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔ آپ ﷺ کی شریعت نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے اور آپ ﷺ پر بعثتِ انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: ''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے''

مؤلف رحمہ اللہ کے فرمان: '' آپ ﷺ پر اپنی کتابِ حکیم (قرآن مجید) نازل فرمائی، اور آپ ﷺ کے ذریعے اپنے دینِ متین کی شرح وتفصیل فرمادی''

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (المائدۃ:۴۸)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے''

یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید سابقہ تمام کتب کا مہیمن ومحافظ ہے، جبکہ دوسری آیت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت قرآنِ مجید کی شرح وتوضیح کرتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

ترجمہ: "یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور کریں" (النحل:۴۴)

کتاب وسنت میں وارد تمام احکام پر عمل ضروری ہے، جس شخص نے سنت کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کی فرضیت کا قرآن پاک میں اعلان فرما دیا، جبکہ ان احکام کی، نیز دیگر تمام احکام کی جزئیات وتفصیلات رسول اللہ ﷺ کی سنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت نے ان نمازوں کے اوقات، تعداد رکعات اور اول سے آخر تک ادائیگی نماز کا طریقہ بیان کیا، اور پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا: [صلوا كما رأيتموني اصلي] (صحیح بخاری:۶۳۱)

یعنی: تم جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو بالکل اسی طرح پڑھو۔

اسی طرح قرآنِ حکیم نے ادائیگی زکوۃ کا حکم دیا، اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نے وجوبِ زکوۃ کے شرائط نیز نصابِ زکوۃ بتلا دیا۔

اسی طرح قرآنِ حکیم نے روزہ کا حکم دیا، اور سنتِ رسول ﷺ نے روزے کے جملہ احکام ومفطرات بیان کیئے۔

اسی طرح قرآن نے حج بیت اللہ کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت سے حج کا مکمل طریقہ واضح کر دیا اور یہ فرما دیا: [لتأخذوا مناسككم فاني لا ادري لعلي لا أحج بعد حجتي هذه] (صحیح مسلم:۱۲۹۷)

یعنی: تم مجھ سے طریقۂ حج لے لو، شاید اس حج کے بعد میں کبھی حج نہ کر سکوں۔

مؤلف رحمہ اللہ کے قول: "آپ ﷺ کے ذریعے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما دی۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: ''آپ ﷺ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں''

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

ترجمہ: ''یقیناً آپ تو انہیں راہ راست کی طرف بلا رہے ہیں'' (المومنون:۷۳)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (الانعام:۱۵۳)

ترجمہ: ''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پہ چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

ثابت ہوا کہ ہدایت کا راستہ صرف نبی ﷺ کی اتباع پر موقوف ومنحصر ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی عبادت کا صرف وہی طریقہ مقبول ومعتبر ہے جو نبی ﷺ نے من جانب اللہ بیان فرمادیا، اللہ تعالیٰ سے ملانے والا راستہ بھی نبی ﷺ کی اتباع پر موقوف وقائم ہے۔

صراط مستقیم کی ہدایت ایک ایسی نعمت ہے کہ ایک مسلمان کو کھانے پینے سے زیادہ اس کی ضرورت ہے؛ کیونکہ کھانا پینا تو محض دنیوی زندگی کی طلب ہے، جبکہ صراط مستقیم، دارِ آخرت کا زادِ راہ ہے؛ یہی وجہ ہے کہ سورۂ فاتحہ جس کی ہر نماز خواہ وہ فرض ہو یا نفل، کی ہر رکعت میں قرأت فرض قرار دی گئی ہے، میں صراط مستقیم کی ہدایت کی دُعا وارد ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴾ (الفاتحہ:۵تا۷)

ترجمہ: ''ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔"

ایک مسلمان بالاستمرار اور بالتکرار یہ دعا مانگتا ہے، تاکہ پروردگار اسے انعام یافتہ بندوں: انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کی راہ پر فائز فرما دے، نیز انہیں ان لوگوں کی راہ سے بچالے جو مستحقِ غضب اور معتوبِ ضلالت ہیں، اس سے مراد یہود و نصاریٰ اور دیگر دشمنانِ دین ہیں۔

نبی ﷺ کے جن وانس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے سے مراد، ان کی طرف وہ نور منتقل کرنا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ذکر فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ (الاحزاب:۴۵،۴۶)

ترجمہ: "ہم نے آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو سراجِ منیر کے وصف سے متصف فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ بندوں کیلئے اس راستے کو روشن اور منور فرماتے ہیں جو اللہ رب العزت کی طرف جاتا ہے، اسی معنیٰ میں ایک آیت میں قرآنِ حکیم کو بھی نور کہا گیا ہے: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ﴾ (التغابن:۸)

ترجمہ: "سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ"

قرآن کے نور ہونے سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کو منور کر کے طریقِ ہدایت واضح کر دیتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قیامت پر ایمان

۱۵ ۔ قوله " وان الساعة اتية لاريب فيها وان الله يبعث من يموت كما بداهم يعودون ."

ترجمہ: ''اور بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ تمام مُردوں کو اٹھائے گا، جیسے انہیں پیدا کیا تھا، ویسے ہی دوبارہ بن جائیں گے۔''

شرح

(قیامت کے سلسلہ میں چند قواعد کی معرفت ضروری ہے)

(۱) قیامت کے قائم ہونے کا علم صرف اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ صحیح بخاری: (۴۶۹۷) میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مروی ہے: [غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے] اس حدیث کے آخر میں فرمایا: [ولا يعلم متى تقوم الساعة الا الله] یعنی: قیامت کب قائم ہوگی، اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے جب قیامت کے وقوع کی بابت پوچھا جاتا تو آپ ﷺ اس کی نشانیاں بیان فرماتے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال، کس مہینہ اور مہینے کے کس دن قائم ہوگی، البتہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: [خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة ؛فيه خلق آدم ، وفيه ادخل الجنة ، وفيه اخرج منها، ولاتقوم الساعة الا في يوم الجمعة] (صحیح مسلم: ۸۵۴)

یعنی: دنیا کا سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے؛ کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کو خلق کیا گیا، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اور اسی دن نکالا گیا، اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(۲) ''الساعة'' یعنی قیامت کے لفظ کا اطلاق اس موت پر ہوتا ہے جو صور میں پھونک کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقت زندہ لوگوں کو حاصل ہوگی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[لا تقوم الساعة الا على شرار الناس] (صحیح مسلم:۲۹۴۹)

یعنی: قیامت تو بد بخت ترین لوگوں پر قائم ہوگی۔

البتہ جو لوگ نفخِ صور سے قبل موت کا شکار ہو چکے ہیں ان کی قیامت اسی وقت (یعنی ان کی موت کے وقت) ہی قائم ہو جاتی ہے اور وہ دار العمل سے دار الجزاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ''الساعة'' یعنی قیامت سے مراد بعث بعد الموت (مرنے کے بعد اٹھنا) بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کے بارے میں فرمایا:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ (غافر:۴۶)

ترجمہ: ''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو''

نیز فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ﴾

ترجمہ: ''کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے کی نہیں، آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! کہ مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی'' (سبا:۳)

کفار کا یہ کہنا کہ ہم پر قیامت قائم نہیں ہوگی، درحقیقت بعث بعد الموت کا انکار ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ (التغابن:۷)

ترجمہ: ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے''

(ثابت ہوا کہ ''الساعة'' کا اطلاق موت اور بعث بعد الموت دونوں پر ہوتا ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۳) قیامت لامحالہ آنے والی ہے، اور اللہ رب العزت تمام مرے ہوؤں کو ان کی پہلی خلقت کے مطابق ضرور اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾ (غافر:۵۹)

ترجمہ: ''قیامت بالیقین اور بلاشبہ آنے والی ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے''

نیز فرمایا: ﴿ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ﴾ (الکھف:۲۱)

ترجمہ: ''ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں''

نیز فرمایا: ﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ ﴾ (الحج:۶،۷)

ترجمہ: ''یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا''

یہ آیت کریمہ قبر میں دفن تمام مُردوں کے اٹھائے جانے پر نص ہے، قبر کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ عام طور پر فوت شدہ کو قبر ہی میں دفن کیا جاتا ہے، جب کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ بعث یعنی اٹھنا ہر مردہ کیلئے ہے، خواہ وہ قبر میں دفن ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔[1]

[1] شارح حفظہ اللہ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ عام طور پہ اس گڑھے کو کہ جسے کھود کر میت کو دفن کیا جاتا ہے قبر کہا جاتا ہے، جبکہ اصل یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان جہاں بھی ہو وہی اس کی قبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق ہر شخص کے بارے میں فرمایا: ﴿ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴾ (عبس:۲۱) یعنی: پھر اللہ تعالیٰ انسان کو موت دیتا ہے اور قبر دیتا ہے۔ حالانکہ ہر شخص کو زمین میں کھودا گیا گڑھا نصیب نہیں ہوتا، کئی لوگ جل جاتے ہیں یا پانی میں ڈوب جاتے ہیں وغیرہ، تو مر کر جس جگہ بھی ہوں گے وہی جگہ ان کی قبر کہلائے گی۔ (واللہ اعلم) مترجم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (النحل:۳۸)

ترجمہ: ''وہ لوگ بڑی سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مُردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ نہ کرے گا۔ کیوں نہیں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں''

مؤلف رحمہ اللہ کی عبارت ''کہ اللہ تعالیٰ تمام مُردوں کو اٹھائے گا'' میں عموم ہے، یعنی یہ ہر مُردہ کو شامل ہے خواہ وہ قبر میں دفن ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اور شاید اسی عموم اور شمول کی وجہ سے مؤلف رحمہ اللہ نے یہ تعبیر اختیار فرمائی ہو۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں بہت سے مقامات پر قیامت کے روز تمام بندوں کے اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے عام طور پہ اس کے اثبات وتقریر کیلئے تین چیزیں بطورِ دلیل ذکر فرمائی ہیں:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے بطورِ استدلال یہ ذکر فرمایا کہ ان انسانوں کو ہم ہی نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا (یعنی انہیں عدم سے حیاتِ دنیوی کی طرف منتقل کیا) چنانچہ فرمایا:

﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ. وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ. قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ (یس:۷۷تا۷۹)

ترجمہ: ''کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر یکایک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔ اور اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی (اصل) پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجئے! کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے، جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (روم:۲۷)

ترجمہ: ''وہی جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے، آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے''

نیز فرمایا: ﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ ﴾ (الحج:۵)

ترجمہ: ''لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خونِ بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا''

نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فٰعِلِينَ ﴾ (الانبیاء:۱۰۴)

ترجمہ: ''جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے''

نیز فرمایا: ﴿ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴾ (ق:۱۵)

ترجمہ: ''کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شک میں ہیں''

نیز فرمایا: ﴿ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى . أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنٰى . ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى . فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى . أَلَيْسَ ذٰلِكَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ﴾ (القیامہ:۳۶تا۴۰)

ترجمہ: ”کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟۔ پھر وہ لہو کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنایا۔ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا (اللہ تعالیٰ) اس (امر) پر قادر نہیں کہ مُردے کو زندہ کر دے۔“

ثانیاً: اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کیلئے مردہ اور بنجر زمین کو زندہ اور شاداب کر دینے سے استدلال فرمایا چنانچہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ (الحج:۵تا۷)

ترجمہ: ”تو دیکھتا ہے کہ زمین (بنجر اور) خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مُردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا“

نیز فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

ترجمہ: ”اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔ جس نے اسے زندہ کیا وہی یقینی طور پر مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر (ہر) چیز پر قادر ہے“ (فصلت:۳۹)

نیز فرمایا: ﴿ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴾ (الروم:۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ ”(وہی) زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم (بھی) نکالے جاؤ گے“

نیز فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً م بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴾ (زخرف:۱۱)

ترجمہ ”اسی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل فرمایا، پس ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے“

نیز فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ. وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ. رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ (ق:۹،۱۱)

ترجمہ ”اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کیے۔ اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ بندوں کی روزی کیلئے ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے“

نیز فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًام بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۤءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف:۵۷)

ترجمہ ”اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں، تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ یونہی ہم مُردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو“

نیز فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴾ (الفاطر:۹)

ترجمہ "اور اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا (بھی) ہے"

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے بطور استدلال یہ ذکر فرمایا کہ ہم آسمانوں اور زمینوں کے خالق ہیں جو خلقِ انسان سے کہیں بڑی نشانی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (المؤمن:۵۷)

ترجمہ "آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں"

نیز فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الاحقاف:۳۳)

ترجمہ "کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور انکے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے"

نیز فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ (یٰس:۸۱)

ترجمہ "جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بے شک قادر ہے۔ اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا (بینا) ہے"

نیز فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل:۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ "کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے، اسی نے ان کیلئے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک شبہ سے یکسر خالی ہے، لیکن ظالم لوگ انکار کئے بغیر رہتے ہی نہیں"

نیز فرمایا: ﴿ ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا ﴾ (نازعات:۲۷)

ترجمہ "کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا"

(۵) قیامت کے دن بندوں کا اٹھایا جانا ان کے دنیوی جسموں کے ساتھ ہوگا، تاکہ وہ جسم اپنی اپنی روحوں کے ساتھ مل جائیں، اور پھر ثواب یا عذاب دونوں میں سے جس کے مستحق ہوں اسے پالیں۔ یہ جسم نئے نہیں ہونگے کہ جو دنیا میں پہلے موجود نہیں تھے۔

کفار کی وجہ انکار بھی تو یہی امر تھا کہ انہوں نے دنیوی اجسام کے اعادہ کو ناممکن و محال سمجھا، اور پھر انکار کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ بَلْ عَجِبُوْا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ. أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ. قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيْظٌ ﴾ (ق:۲تا۴)

ترجمہ: "بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ ایک عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے۔ پھر یہ واپسی دور (از عقل) ہے۔ زمین جو کچھ ان میں سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس سب یاد رکھنے والی کتاب ہے"

یہاں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے یہ نکتہ سمجھا دیا کہ وہ ان کے جسموں کے ذرّات میں سے ہر اس ذرّہ کو جانتا ہے جسے زمین کھا جاتی ہے۔ لہٰذا وہ بعث کے وقت ان ذرّات کو ان کے جسموں میں لوٹا کر اس مکمل جسم کے ساتھ اٹھائے گا جو دنیا میں اسے حاصل تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾

ترجمہ: ''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا چار پرندے لو، ان کے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا'' (البقرۃ:۲۶۰)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے علماءِ سلف کی ایک جماعت کے حوالے سے فرمایا ہے: کہ ابراہیم علیہ السلام نے چاروں پرندوں کے گوشت کا قیمہ کر کے اُسے آپس میں خلط ملط کر دیا، پھر ہر پہاڑ کی چوٹی پر اس کا کچھ حصہ رکھ دیا، پھر ان پرندوں کو آواز دی، چنانچہ ہر پرندے کے اجزاء فوراً جمع ہو گئے اور ہر پرندہ اپنے پہلے جسم پر مکمل طور پہ لوٹ آیا، اور بھاگتا ہوا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گیا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ. حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ. وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (حم السجدة:١٩تا٢٣)

ترجمہ:"اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان (سب) کو جمع کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے ان پر ان کے کان اور انکی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوتِ گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی، ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کررہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کررکھی تھی تمہیں ہلاک کردیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہوگئے"

یہ آیات مبارکہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ قیامت کے دن دنیا کے جسموں کو ہی لوٹایا جائے گا تب ہی تو ان کے کان، آنکھیں اور چمڑے ان کی نافرمانیوں کی گواہی دینگے۔

انہی آیات کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ (يٰس:٦٥)

ترجمہ:"ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دینگے ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (النور:٢٤)

ترجمہ:"جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گواہی دینگے"

اس حقیقت کے اثبات پر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی دلیل موجود ہے، چنانچہ اس شخص کا قصہ قابل غور ہے جس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مرجائے تو اس کے جسم کو جلادیں، اور کچھ راکھ خشکی کی ہواؤں میں منتشر کردیں اور کچھ راکھ سمندر میں بہادیں۔ بیٹوں نے اس وصیت کو نافذ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ اس کے جسم کی راکھ کا ایک ایک ذرہ باہر نکال دے اور خشکی کو بھی حکم دیا کہ اس کی راکھ کا ایک ایک ذرہ باہر نکال دے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا جسم جیسا تھا ویسا بنادیا............(الحدیث)

(صحیح بخاری:۷۵۰۶، صحیح مسلم:۲۷۵۶، بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نام کتاب : بنیادی عقائد (مقدمۃ فی العقیدۃ للقیروانی کی شرح کا اردو ترجمہ)

مولف : فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن حمد العباد (حفظہ اللہ)

صفحات : ۳۳۶

مترجم : فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی (حفظہ اللہ)

ناشر : مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صغیرہ اور کبیرہ گناہ

وسائلِ بخشش

۱۶۔ قولہ : وان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ضاعف لعبادہ المؤمنین الحسنات، وصفح لھم بالتوبة عن کبائر السیئات، وغفر لھم الصغائر باجتناب الکبائر، وجعل من لم یتب من الکبائر صائرا إلی مشیئتہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾

ترجمہ: اور بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مؤمن اور موحد بندوں کی نیکیوں کو خوب بڑھا دیتا ہے، اور ان کی توبہ کے بہ سبب ان کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، اور بڑے گناہوں سے اجتناب کی برکت سے ان کے چھوٹے گناہوں سے درگزر فرما دیتا ہے، اور اگر کوئی موحد بندہ اپنے کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کر پایا ہو تو اس کا معاملہ اپنی مشیت کے تحت فرما لیتا ہے۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرما دے“ (النساء:۴۸)

شرح

(یہاں چند امور غور طلب ہیں)

(۱) اللہ رب العزت اپنے بندوں کی نیکیوں کا اجر وثواب خوب بڑھا کر عطا فرماتا ہے اور یہ اس کا عین فضل ہے۔ جبکہ گناہ کی جزاء، اس کے برابر (یعنی ایک ہی) عطا فرماتا ہے، اور یہ اس کا عین عدل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ (الانعام:۱۶۰)

ترجمہ: ''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے اور جو شخص بُرا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا''

نیز فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ. وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''جو شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہونگے۔ اور جو بُرائی لیکر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ صرف وہی بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کرتے رہے'' (النمل:۸۹،۹۰)

نیز فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (القصص:۸۴)

ترجمہ: ''جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور جو کوئی بُرائی لیکر آئے گا تو ایسے بد اعمالی کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے''

نیز فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

ترجمہ: ''جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے'' (البقرۃ:۲۶۱)

نیز فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾

ترجمہ: ''ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عطا فرمائے" (البقرۃ:۲۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[كل عمل ابن آدم يضاعف ، الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف، قال الله عزوجل : الا الصوم فإنه لي وأنا اجزى به ...... الحديث]

ترجمہ:[ابن آدم کے ہر عمل کے اجر و ثواب کو خوب بڑھا دیا جاتا ہے، چنانچہ ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزہ کے علاوہ، کہ وہ تو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دونگا۔(اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۱۱۵۱) میں بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے)

صحیح بخاری(۶۴۹۱)اور صحیح مسلم(۱۳۱) میں ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما ،عن النبى ﷺ فيمايرويه عن ربه عزوجل قال: [ان الله كتب الحسنات والسيئات ، ثم بين ذلك ، فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنة كاملة ، فان هو هم بها فعملها كتبها الله له عنده عشر حسنات إلى سبعمائة ضعف إلى أضعاف كثيرة، ومن هم بسيئة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنة كاملة ، فإن هو هم بها فعملها كتبها الله له سيئة واحدة]

ترجمہ:عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، جو نبی ﷺ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں: فرمایا:[بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور گناہوں کو لکھنے کا ایک نظام بیان فرمایا ہے، جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن وہ نیکی نہ کر سکا، تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنے پاس ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرلے پھر وہ نیک عمل انجام دے دے، تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنے پاس دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ کئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گنا تک بڑھا کر لکھ لیتا ہے، اور جو بندہ کسی بُرائی کا ارادہ کرلے، لیکن وہ بُرائی نہ کرسکا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر برائی کا ارادہ کر کے اسے اپنا بھی لیا تو اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی بُرائی لکھتا ہے]

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے، کہ جو بندہ باقاعدگی سے نیک اعمال اختیار کیئے رہتا ہے، پھر کسی مرض یا سفر کی وجہ سے وہ عمل چھوٹ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرض اور سفر کی حالت میں (عمل چھوٹ جانے کے باوجود) اسے اتنا ہی اجر وثواب عطا فرمادیتا ہے جتنا بحالتِ صحت واقامت، اس عمل کی انجام دہی پر عطا فرمایا کرتا تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری (۲۹۹۶) میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[اذا مرض العبد او سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيما صحيحا]

یعنی: [جب بندہ بیمار پڑجائے یا کسی سفر پر روانہ ہوجائے تو اس کیلئے (معمول کے عمل میں ناغہ کے باوجود) وہ مکمل ثواب لکھ دیا جاتا ہے جو مقیم یا صحت مند ہونے کی حالت میں ملا کرتا تھا]

(۳) صغیرہ اور کبیرہ گناہوں میں فرق:

کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کے ارتکاب پر شرعی حد کی تعزیر ہو، یا لعنت، یا غضب، یا جہنم، یا بربادیٔ عمل کی وعید ہو۔ جبکہ صغیرہ گناہ وہ ہیں جو اس تعزیر یا وعید سے خالی ہوں۔

کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (الزمر:۵۳)

ترجمہ: ''(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کیلئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی بُرے کام پر اڑ نہیں جاتے'' (آل عمران:۱۳۵)

نیز فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ﴾ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں''

سچی اور خالص توبہ کی تین شرائط ہیں:

الف : جس گناہ سے توبہ مقصود ہو اسے عملی طور پر چھوڑ دے اور مکمل کنارہ کشی اختیار کر لے۔

ب : اس گناہ پر شرمندہ اور نادم ہو۔

ج : اس گناہ کو آئندہ کبھی نہ کرنے کا پختہ عزم کر لے۔

اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو ایک چوتھی شرط عائد ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ ان حقوق کے تعلق سے اپنا دامن صاف کرا لے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی کی مال کے تعلق سے حق تلفی کی ہے تو وہ مال اسے لوٹا دے، اور اگر غیبت یا بہتان طرازی کے ذریعہ کسی بھائی کو درپے آزار کیا ہے تو اس سے معافی طلب کر لے، وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتُوْبُوْا إِلَى اللهِ جَمِيْعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ'' (النور:۳۱)

نیز فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّاقَدْ سَلَفَ ﴾ (الانفال:۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: ''آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے! کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے''

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ کفر جو سب سے بڑا گناہ ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ توبہ کر لینے اور اسے یکسر چھوڑ دینے سے معاف فرما دیتا ہے، تو بقیہ تمام گناہ تو کفر سے کہیں چھوٹے ہیں، اگر ان سے سچی توبہ کر لی جائے تو وہ کہیں زیادہ بخشش کے لائق ہیں۔

وہ کبیرہ گناہ جس پر دنیا میں اقامتِ حد کی تعزیر لاگو ہوتی ہے، اگر اس کے مرتکب شخص پر وہ حد قائم کر دی جائے تو وہ اس کا کفارہ بن جاتی ہے؛ کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حدود اس نقص کو پورا کر دیتی ہیں جو گناہ کے ارتکاب سے واقع ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حدود کی اقامت میں مرتکب گناہ کے ساتھ ساتھ، دوسرے لوگوں کیلئے بھی زجر وتوبیخ اور تنبیہ کا پہلو ہوتا ہے۔ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ کرام کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مجھ سے بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کرو گے، نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، نہ اپنے بچوں کو قتل کرو گے، نہ جانتے بوجھتے الزام تراشی اور بہتان طرازی کرو گے، اور نہ ہی نیکی کے کاموں میں نافرمانی کرو گے، جس نے ان تمام امور کے تعلق سے وفا کی اس کا اللہ تعالیٰ پر اجر ثابت ہو جائے گا اور جس نے ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کر لیا اور اسے دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ سزا اس کیلئے کفارہ بن جائے گی، اور جس نے ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس گناہ پر پردہ ڈال دیا، تو وہ گناہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے تحت ہے، چاہے تو معاف فرما دے، اور چاہے سزا دے دے۔] چنانچہ ہم نے ان تمام امور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح (ص:۱۸) اور مسلم نے اپنی صحیح (۱۷۰۹) میں روایت فرمایا ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۳) چھوٹے گناہ، اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، نیز یہ کہ اگر بندہ بڑے گناہوں سے اجتناب کرتا ہے تو بھی اس کے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ﴾ (النساء:۳۱)

ترجمہ: ''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دینگے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کرینگے''

امام مسلم نے اپنی صحیح (۲۲۸) میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[ما من امرئ مسلم تحضره صلاة مكتوبة فيحسن وضوء ها وخشوعها وركوعها إلا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة، وذلك الدهر كله]

ترجمہ: [جس مسلمان آدمی پر فرض نماز کا وقت آ جائے، اور وہ اچھے طریقے سے وضو کرے اور نماز کے خشوع اور رکوع وسجود کی مکمل حفاظت کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، بشرطیکہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو، اور یہ سلسلہ عمر بھر قائم رہتا ہے]

صحیح مسلم (۲۳۳) ہی میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[الصلوات الخمس، والجمعة الى الجمعة، ورمضان الى رمضان، مكفرات ما بينهن اذا اجتنبت الكبائر]

[پانچوں نمازیں، اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک، اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں، بشرطیکہ بڑے گناہوں سے اجتناب کر لیا جائے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صغیرہ گناہوں کا معاملہ بوجہِ اصرار انتہائی خوفناک اور ہیبتناک ہو جاتا ہے، جبکہ کبیرہ گناہ پر ندامت وپشیمانی اسے ماند کر دیتی بلکہ مٹا دیتی ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کا قول ہے:

" لا صغيرة مع الاصرار ولا كبيرة مع الاستغفار "

یعنی" چھوٹا گناہ اگر بار بار کیا جائے تو وہ چھوٹا نہیں رہتا، اور بڑے گناہ سے اگر توبہ کر لی جائے تو وہ مٹ جاتا ہے"

(۴) بندۂ مسلم اگر کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کرے اور توبہ کرنے سے قبل موت کا شکار ہو جائے تو (بوجہ حسنِ عقیدہ) اس کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے چاہے تو عذاب میں مبتلا کر دے، اور چاہے معاف کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء:۴۸)

ترجمہ:" بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہیں فرماتا، اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دے اور جس نے شرک کیا اس نے بڑا جھوٹ باندھا"

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾

ترجمہ:" بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہیں فرماتا، اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دے اور جس نے شرک کیا وہ پرلے درجہ کا گمراہ ہو گیا"

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں یہ بیان ہو چکا: [...جس نے ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس گناہ پر پردہ ڈال دیا، تو وہ گناہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے تحت ہے، چاہے تو معاف فرما دے، اور چاہے سزا دے دے۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نافرمان مسلمانوں کا انجام

۱۷. قوله: "ومن عاقبه الله بناره أخرجه منها بايمانه فأدخله به جنته ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ ويخرج منها بشفاعة النبي ﷺ من شفع له من اهل الكبائر من امته"

ترجمہ: "اور جس (مسلمان) کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کی سزا دے گا اسے جہنم سے بوجہ اس کے ایمان، نکال دے گا، پھر ایمان کی برکت سے جنت میں داخل کردے گا: "پس جس نے ایک ذرہ کے بقدر نیکی کی وہ اسے ضرور دیکھے گا" اللہ تعالیٰ جہنم سے نبی ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کے بہت سے اہلِ کبائر کو، جس جس کی آپ ﷺ شفاعت کریں گے، نکال دے گا۔"

شرح

جس شخص نے کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، پھر وہ سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا، لیکن جو شخص گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد، توبہ کیئے بغیر مرگیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو معاف فرمادے اور چاہے مبتلائے عذاب کردے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرمادے" (النساء:۴۸)

جہنم میں داخل ہونے والے لوگ دو قسم کے ہونگے:

(۱) ایک کفار، یہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے باہر آنے کی کوئی سبیل نہیں ہوگی، جیسا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

۱ ﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴾ (المائدۃ:۷۲)

ترجمہ: ''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرمادے'' (النساء:۴۸)

(۲) دوسری قسم نافرمان مسلمانوں کی ہے، یہ لوگ جب جہنم میں داخل ہونگے تو اپنے جرم کے بقدر عذاب جھیلیں گے۔ پھر اپنے ایمان اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی برکت سے جہنم سے نکل آئیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ترجمہ: [اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں، اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل فرمائے گا، پھر کہے گا: دیکھو، جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو، چنانچہ بہت سے جہنمیوں کو جبکہ وہ کوئلہ ہو چکے ہونگے، جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ پھر وہ نہر الحیاۃ یا نہر الحیا میں ڈال دیئے جائیں گے، اس میں وہ اس طرح پروان چڑھیں گے جیسے دانہ نہر کے جاری پانی کے کنارے اُگتا اور نشو نما پاتا ہے، تم دیکھتے نہیں وہ کس طرح زرد رنگ، بل کھائے نکلتا ہے۔]

(اس حدیث کو بخاری (۲۲) اور مسلم (۳۰۴) نے بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے:

[لكل نبي دعوة مستجابة، فتعجل كل نبي دعوته، وإني اختبأت دعوتي

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شفاعة لأمتي يوم القيامة ، فهي نائلة إن شاء الله من مات من أمتي لايشرك بالله شيئا]

ترجمہ: [ہر نبی کو ایک دعاءِ مستجاب عطا فرمائی گئی ہے، ہر نبی نے اپنی وہ دعاءِ مستجاب دنیا ہی میں طلب کرلی، میں نے اپنی وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلئے چھپا رکھی ہے، میری شفاعت میری امت کے اس فرد کو حاصل ہوگی جو اس طرح مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا] (اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح (۶۳۰۴) اور امام مسلم نے اپنی صحیح (۳۳۸) میں بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے)

نافرمانوں کے جہنم سے خروج کیلئے شفاعت کی احادیث درجۂ تواتر تک پہنچتی ہیں۔

واضح ہو کہ شرعی نصوص میں بعض مسلمان نافرمانوں کیلئے ہمیشہ جہنم میں رہنا مذکور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء:۹۳)

ترجمہ: ”جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے“

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے:

ترجمہ: [جس شخص نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اور یوں ہی اونچائی سے گرتا رہے گا، اور جس شخص نے زہر پی کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کے وہ گھونٹ بھرتا رہے گا اور جس نے لوہے کے تیز دھار آلہ سے خودکشی کی، اس کے ہاتھ میں وہی تیز دھار آلہ تھما دیا جائے گا اور وہ جہنم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس آلے کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا]

(اس حدیث کو بخاری (۵۷۷۸) اور مسلم (۱۷۵) نے بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے)

واضح ہو کہ ان دونوں نصوص اور اس قسم کے دیگر نصوص میں (بعض نافرمانوں کیلئے) ذکر کردہ ہیشگی، نسبی ہیشگی کہلاتی ہے، جس سے مراد لمبا عرصہ جہنم میں رہنا ہے، اس سے مراد وہ خلود یا ہیشگی نہیں ہے جو کفار کے حق میں مذکور ہے۔ یعنی کفار جہنم میں اتنا عرصہ رہیں گے، جس کی کوئی نہایت نہیں ہوگی۔ (نافرمان مسلمانوں کیلئے جہنم کی ہیشگی اس لئے نہیں ہے کہ) شرک کے علاوہ ہر گناہ کی بخشش اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرمادے'' (النساء:۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جنت اور جہنم

۱۸۔ قولہ: " وأن الله سبحانه قد خلق الجنة فأعدها دار خلود لأوليائه وأكرمهم فيها بالنظر إلى وجهه الكريم، وهي التي أهبط منها آدم نبيه وخليفته إلى أرضه بماسبق في سابق علمه، وخلق النار فأعدها دار خلود لمن كفر به وألحد في آياته وكتبه ورسله وجعلهم محجوبين عن رؤيته."

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمادیا ہے، اور اسے اپنے دوستوں کے رہنے کیلئے ہمیشہ کا گھر قرار دے دیا ہے، اس گھر میں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے بابرکت چہرے کے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ یہ جنت وہی گھر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور خلیفہ آدم علیہ السلام کو اتار کر زمین پر بھیج دیا تھا، اللہ تعالیٰ کے علمِ سابق میں یہ بات موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ جہنم کو بھی پیدا فرما چکا ہے، اور اسے کفر کرنے والوں اور اپنی آیتوں، کتابوں اور رسولوں میں الحاد پیدا کرنے والوں کا ہمیشہ کا ٹھکانہ قرار دے چکا ہے، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے محروم رکھے گا۔"

شرح

(جنت اور جہنم کے سلسلہ میں یہاں بہت سی باتیں بیان ہوئی ہیں:)

(۱) جنت اور جہنم دونوں پیدا کی جا چکی ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں۔ جنت اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا گھر ہے جبکہ جہنم دشمنوں کا۔

چند آیات پیشِ خدمت ہیں جن میں یہ بات مذکور ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا گھر ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''

نیز فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (آل عمران:۱۳۳)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے''

نیز فرمایا: ﴿ سَابِقُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ﴾ (الحدید:۲۱)

ترجمہ: ''(آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کیلئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں''

نیز چند آیات تحریر کی جاتی ہیں جن میں یہ صراحت ہے کہ جہنم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا ٹھکانہ ہے

﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (الفتح:٦)

ترجمہ: ''اور تاکہ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو عذاب کرے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں، (دراصل) انہیں پر برائی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھیرا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی ان کیلئے دوزخ تیار کی اور وہ بہت بُری لوٹنے کی جگہ ہے"

نیز فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ﴾ (آل عمران:۱۳۱)

ترجمہ: "اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے"

نیز فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ﴾ (البقرۃ:۲۴)

ترجمہ: "اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے"

احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی، سورج گرہن کی نماز والے قصہ میں یہ بات مذکور ہے:

[صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ نماز میں ہم نے آپ (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر کوئی چیز اٹھائی ہے، پھر ہم نے آپ (ﷺ) کو پیچھے ہٹتے ہوئے بھی دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت دیکھی تھی، آگے بڑھ کر جنت کے پھلوں کا ایک خوشہ اٹھانا چاہا تھا، اگر میں وہ خوشہ اٹھا کر لے آتا تو جب تک دنیا قائم رہتی تم سب ملکر اسے کھاتے ہی رہتے۔ پھر مجھے جہنم دکھائی گئی، اس جیسا خوف ناک منظر میں نے آج تک نہیں دیکھا، اور میں نے دیکھا کہ جہنم میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے.... الحدیث] (اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح (۱۰۵۲) اور امام مسلم نے اپنی صحیح (۹۰۷) میں روایت فرمایا ہے)

جنت اور جہنم کے اس وقت موجود ہونے کو تسلیم نہ کرنے والوں پر رد

بعض اہلِ بدعت مثلاً معتزلہ، جنت اور جہنم کے اس وقت موجود ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ جنت اور جہنم کو قیامت سے قبل پیدا نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ قیامت سے قبل ان کا پیدا کیا جانا عبث ہے، کیونکہ اس طرح یہ دونوں ایک طویل عرصہ اس طرح گزاریں گیں کہ جنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے انتفاع کرنے والا کوئی نہیں اور جہنم سے ضرر پانے والا کوئی نہیں؟

معتزلہ کا یہ قول باطل ہے، اور اس قول کے بطلان کی کئی وجوہ ہیں:

(۱) بے شمار آیات واحادیث ان کے قیامت سے قبل پیدا کیئے جانے اور اس وقت بھی موجود ہونے پر دلالت کررہی ہیں۔ (معتزلہ کا قول ان تمام نصوص کا انکار ہے)

(۲) (جنت کا وجود عبث نہیں ہے) بلکہ اس کے اس وقت موجود ہونے میں لوگوں کیلئے ترغیب وتشویق کا پہلو موجود ہے، اسی طرح جہنم کے موجود ہونے میں تحذیر وتخویف کا پہلو ہے۔

(۳) کتاب وسنت کے بہت سے نصوص میں وارد ہے کہ قیامت سے قبل بھی جنت کی نعمتوں سے انتفاع کی صورتیں موجود ہیں، اسی طرح قیامت سے قبل جہنم کے عذاب سے حصولِ ضرر کے مواقع بھی۔

قیامت سے قبل جہنم کا عذاب لاحق ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا آلِ فرعون کے بارہ میں یہ فرمان ہے:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ (الغافر:۴۶)

ترجمہ: ''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کا سخت ترین عذاب میں ڈالو''

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہورہا ہے کہ آلِ فرعون کو ان کی قبروں میں جہنم کی آگ سے عذاب دیا جارہا ہے، پھر جب قیامت قائم ہوگی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب میں منتقل کردیا جائے گا۔

جنت کی نعمتوں سے قبلِ قیامت حصولِ نفع کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کی شکل دینے کا ذکر ہے، ان کے ساتھ روشن قندیلیں ہونگی جو عرش کے ساتھ معلق ہونگی، وہ روحیں جنت میں جہاں چاہیں گی چرتی رہیں گی، پھر اپنی قندیلوں میں لوٹ آئیں گی۔
(صحیح مسلم (۱۸۸۷) بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسند احمد (۱۵۷۷۸) میں امام احمد بن حنبل، امام شافعی سے وہ امام مالک سے وہ ابن شہاب زہری سے وہ عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے اور وہ اپنے باپ کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: [بے شک مؤمن کی روح، بشکلِ پرندہ جنت کے درخت کے ساتھ معلق ہوتی ہے، جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا]

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی سند میں تین جلیل القدر امام ہیں، جن کا شمار ان أئمہ اربعہ میں ہوتا ہے جن کے مذاہب اہل السنۃ میں معروف ہیں۔ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" مسند احمد میں ایک حدیث مروی ہے جس میں ہر مؤمن کیلئے ایک عظیم بشارت ہے، اور وہ یہ کہ ہر مؤمن کی روح جنت میں کھاتی پیتی، گھومتی پھرتی رہے گی، جنت کی رونقیں اور مسرتیں دیکھتی رہے گی، نیز اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کیلئے جو عزت و کرامت تیار فرما رکھی ہے، اس کا مشاہدہ کرتی رہے گی۔ یہ حدیث ایک صحیح اور عظیم الشان سند کے ساتھ ثابت ہے، اس کی سند میں ائمہ مذاہب اربعہ میں سے تین جلیل القدر ائمہ مجتمع ہیں۔ (پھر حافظ ابن کثیر نے مکمل حدیث سنداً ومتناً بیان فرمائی)

جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کے پہنچنے کی ایک دلیل، براء بن عازب ؓ کی ایک طویل حدیث ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر کے پاس جو ایک صحابی کے دفن کیلئے تیار کی جا رہی تھی، بیٹھ کر نصیحت فرمائی تھی، اس حدیث میں آپ ﷺ نے مؤمن کے بارہ میں فرمایا تھا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اسے جنت کا بستر اور لباس مہیا کر دو، اور اس کی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں پہنچتی رہیں گی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کی قبر کو تاحدِ نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا۔

کافر کے بارہ میں فرمایا: اس کے نیچے آگ کا بستر بچھا دو، اور اس کی قبر میں ایک دروازہ بنا دو جو جہنم کی طرف کھلے تا کہ جہنم کی تپش اور گرم ہوائیں اس تک پہنچتی رہیں، اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گی۔

(یہ حدیث حسن ہے، دیکھیئے مسند احمد (۱۸۵۳۴)

عذابِ قبر اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے حوالے سے بے شمار احادیث مروی ہیں۔ ان تمام ادلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مؤمنین کو انکی قبروں میں نعمتوں سے نوازا جاتا ہے جبکہ کفار مبتلائے عذاب کیئے جاتے ہیں۔ یہ نعمتیں اور یہ عذاب، روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

(۲) جنت اور جہنم دونوں ہمیشہ قائم رہیں گی، ان پر کبھی فناء نہیں آئے گا، اہلِ جنت، جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نعمتوں سے نوازے جاتے رہیں گے، جبکہ کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مبتلائے عذاب رہیں گے۔

جنت کا بقاء اور اہلِ جنت کا اس میں ہمیشہ رہنا قرآنِ حکیم کے مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرۃ:۲۵)

ترجمہ: ''اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کیلئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا . خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴾ (الکہف:۱۰۷،۱۰۸)

ترجمہ"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کیے یقیناً ان کیلئے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی انکا ارادہ ہی نہ ہوگا"

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ . ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ . وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ . لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴾ (الحجر:۴۵تا۴۸)

ترجمہ:"پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے"

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ . جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴾ (البینۃ:۷،۸)

ترجمہ:"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے"

جن آیات میں جہنم کا بقاء اور کفار کا اس میں ہمیشہ رہنا مذکور ہے، ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرة:٣٩)

ترجمہ: ''اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے''

نیز فرمایا: ﴿ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ (البقرة:١٦٧)

ترجمہ: ''یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے''

نیز فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَاهُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ (المائدة:٣٧)

ترجمہ: ''یہ چاہیں گے کہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس میں سے نہ نکل سکیں گے، ان کیلئے تو دائمی عذاب ہے''

نیز فرمایا: ﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ (المدثر:٤٨)

ترجمہ: ''پس انہیں سفارش نفع نہ دے گی''

نیز فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴾ (الفاطر:٣٦)

ترجمہ: ''اور جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضاء ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں''

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا. اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾ (النساء:١٦٨،١٦٩)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ ہی انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ بجز جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾

ترجمہ: ’’(اب) جو بھی اللہ اور اسکے رسول کی نہ مانے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے‘‘ (الجن:۲۳)

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ (الاحزاب:۶۴،۶۵)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے‘‘

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ (البینۃ:۶)

ترجمہ: ’’بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین وہ دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں‘‘

واضح ہو کہ جنت اور جہنم کا ہمیشہ کیلئے باقی رہنا، نیز اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کا خلود، اللہ تعالیٰ کی صفت ’’الآخر‘‘ جس کا معنی ہے: جس کے بعد کوئی چیز نہ ہو، کے منافی نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا باقی رہنا، اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ لازم ہے، جبکہ جنت اور جہنم اور ان میں ان کے اہل کا بقاء اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ باقی رکھے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ باقی نہ رکھے تو ان سب کیلئے بھی فناء ہے، اس موضوع کی طرف کچھ اشارہ مؤلف رحمہ اللہ کے اس قول کے تحت گزر چکا ہے ’’ليس لأوليته ابتداء ولا لآخريته انقضاء‘‘

آدم علیہ السلام کس جنت سے نکالے گئے تھے؟

(۳) مؤلف رحمہ اللہ کے قول ’’وهي التي اهبط منها آدم نبيه وخليفته إلى أرضه بما سبق في سابق علمه‘‘ یعنی: یہ جنت وہی گھر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور خلیفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آدم علیہ السلام کو اتار کر اپنی زمین پر بھیج دیا تھا۔ اس قول سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اسی اصل جنت سے نکالا گیا۔

اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو جس جنت سے نکالا گیا وہ دراصل زمین سے اوپر کسی مقام پر ایک باغ تھا، جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ اس بارہ میں توقف اختیار کیا جائے۔

اس بارہ میں پہلا قول ہی راجح اور مطابق ادلہ معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف اور قولِ اول وثانی کے دلائل ذکر کیئے ہیں، نیز ہر دلیل کا جواب بھی نقل فرمایا ہے، اور کسی قول کو ترجیح نہیں دی، (دیکھیئے کتاب حادی الارواح ص ۱۶ تا ۳۲)

البتہ ان کے ''قصیدۃ میمیۃ'' میں ان کے ذکر کردہ کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ پہلے قول کی ترجیح کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

فحي على جنات عدن فإنها	منازلك الأولى وفيها المخيم
ولكننا سبي العدو فهل ترى	نعود إلى أوطاننا ونسلم

ترجمہ: ''جنات عدن کی طرف آجا کہ وہ تیرا پہلا گھر تھا (مراد آدم علیہ السلام کا) اور اسی میں مخیم ہیں، مگر ہم تو دشمن کے قیدی ہیں تو پھر کیا ہم اپنے اصل وطن کی طرف لوٹ سکیں گے؟ اور سلامتی کی زندگی پا سکیں گے؟

(۴) قیامت کے دن مؤمنین کا اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا، دار النعیم یعنی جنت کی سب سے بڑی نعمت ہوگی، اس پر قرآن، حدیث اور اجماعِ امت کے دلائل موجود ہیں۔

قرآنی دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ . إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ (القیامۃ: ۲۲، ۲۳)

''اس روز بہت سے چہرے تر وتازہ اور بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴾ (المطففون:١٥)

ترجمہ: ''ہرگز نہیں، یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے''

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ان لوگوں کو بوجہ، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، اللہ تعالیٰ کی رؤیت سے محروم کر دیا جائے گا تو پھر مؤمنین بوجہ، اللہ تعالیٰ کی رضاء، اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار پر، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے:

﴿ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ﴾ (یونس:٢٦)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی''

یہاں ''اَلْحُسْنَىٰ'' سے مراد جنت ہے۔ ''وَزِيَادَةٌ'' سے مراد، اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا دیدار ہے۔ یہ تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی، چنانچہ صحیح مسلم (٢٩٧) میں صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہیں مزید کچھ چاہیے؟ اہلِ جنت کہیں گے: اے اللہ! کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں فرما دیئے؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے بچا کر، جنت میں داخل نہیں فرما دیا؟ تب اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹا دے گا (وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار کریں گے) انہیں اللہ تعالیٰ کے چہرے کے دیدار سے بڑھ کر پیاری کوئی نعمت حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ﴾

ایک اشکال اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾ سے بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی نفی ثابت کرتے ہیں، جو کہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ آیت رؤیت کی نہیں بلکہ ادراک کی نفی کر رہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت تو ثابت ہے لیکن ازروئے رؤیت ادراک یعنی احاطہ ممکن نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم تو حاصل ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیکن از روئے علم، احاطہ ممکن نہیں۔

چنانچہ ادراک کی نفی امرِ خاص ہے، جو رؤیت کی نفی کو، جو کہ امرِ عام ہے، مستلزم نہیں ہے۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور والے قصہ میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی نفی مفہوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ﴾ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: ''اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمائی، تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پس جب ان کے رب نے اس پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش کر گر پڑے''

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک امرِ ممکن کا سوال کیا تھا، کسی ایسے امر کا سوال نہیں کیا تھا جو ناممکن و مستحیل ہو، مگر اللہ رب العزت کی مشیت یہ ہے کہ اس کی رؤیت صرف دارِ آخرت میں حاصل ہو؛ کیونکہ دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت سب سے اکمل و اعظم نعمت ہوگی، اس لئے ''لن ترانی'' کا معنی یہ ہوگا کہ تم مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حادی الارواح'' (ص ۱۷۹ تا ۱۸۶) میں اللہ تعالیٰ کی روزِ آخرت، رؤیت کے اثبات میں قرآنِ حکیم کے دلائل ذکر فرمائے ہیں، پھر ستائیس صحابۂ کرام سے، اثباتِ رؤیت میں مروی احادیث نقل فرمائی ہیں، اسکے بعد صحابۂ کرام، تابعین اور بعد میں آنے والے بہت سے علماءِ اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال و آثار جمع فرمائے ہیں، جو اس بات پر دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر صحابۂ کرام اور ان کے منہج کے پیروکاروں کا اجماع قائم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میدانِ محشر کے حالات

۱۹. قولہ: "وأن الله تبارک وتعالی یجیء یوم القیامة والملک صفا صفاً، لعرض الأمم وحسابها وعقوبتها وثوابها، وتوضع الموازین لوزن أعمال العباد، فمن ثقلت موازینه فأولئک هم المفلحون، ویؤتون صحائفهم بأعمالهم، فمن أوتی کتابه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا، ومن أوتی کتابه وراء ظهره فأولئک یصلون سعیرا"

ترجمہ: "اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن آئے گا، اور فرشتے بھی قطاروں میں (آئیں گے) تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر پیش کریں، اور اللہ تعالیٰ ان سے سارا حساب لے، اور انہیں عذاب میں جھونکنے یا ثواب عطا فرمانے کے فیصلے فرمائے۔ بندوں کے اعمال کے وزن کیلئے ترازو بھی قائم کردیئے جائیں گے، پس جن کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا، وہ کامیاب قرار پائیں گے۔ اسی طرح لوگوں کو ان کے اعمال کے صحیفے بھی دیئے جائیں گے، پس جنہیں دائیں ہاتھ میں ان کا صحیفہ تھما دیا گیا، ان کا حساب بہت آسان کردیا جائے گا، اور جنہیں ان کا صحیفہ پشت کے پیچھے سے دیا گیا، وہ لوگ جلتی آگ کا لقمہ بن جائیں گے"

شرح

یہاں بہت سے امور بیان ہوئے ہیں:

(۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فصلِ قضاء کیلئے آئے گا، اللہ تعالیٰ کا یہ آنا اس کی صفاتِ فعلیہ میں سے ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو ارادہ فرمالیتا ہے وہی فیصلہ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس آنے میں وہی عقیدہ ہونا چاہیئے جو بقیہ تمام صفات میں ہے، یعنی: اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آنا، بالکل ویسا ہے جیسا اس کے لائق ہے، ہم اس کے آنے کی نہ تو تکییف (بیانِ کیفیت) کرتے ہیں، نہ تمثیل (کسی مخلوق کے مثل قرار دینا) نہ ہی کسی قسم کی تاویل کرتے ہیں، نہ تعطیل (یعنی اس صفت کی نفی یا انکار)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر:۲۲)

ترجمہ: ''تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)''

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان، فصلِ قضاء کیلئے آئے گا، اللہ تعالیٰ کا یہ آنا اس وقت ہوگا جب لوگ سید البشر محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں شفاعت کا مطالبہ کریں گے، اس سے قبل وہ یکے بعد دیگرے تمام اولوالعزم انبیاء (ابراہیم، نوح، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام) سے شفاعت کا سوال کر چکے ہونگے اور ہر نبی یہ جواب دے چکا ہوگا کہ یہ کام ہم نہیں کر سکتے، بالآخر وہ محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونگے، آپ ﷺ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے لئے ہے، شفاعت کا منصب میرے لئے ہے، پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فصلِ قضاء کیلئے آنے کی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمالے گا، یہ قیامت کے دن ہونے والی سب سے پہلی شفاعت ہوگی، اور یہی مقامِ محمود ہے، جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں گزر چکا، پھر اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے گا، بندوں کے فیصلے کرنے کیلئے آئے گا، فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے صفوں اور قطاروں میں آئیں گے۔

اولوالعزم رسل، جن سے ہمارے نبی محمد ﷺ سے قبل شفاعت طلب کی جائے گی، کے نام نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، یہ چاروں انبیاء سورۂ الاحزاب اور سورۂ الشوریٰ کی آیات میں مذکور ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴾ (الاحزاب:۷)

ترجمہ: ''جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابرھیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے (پکا اور) پختہ عہد لیا''

نیز فرمایا: ﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا، کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا'' (الشوریٰ:۱۳)

(۲) بندوں کو اللہ تعالیٰ پر پیش کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا ان سے حساب لے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾

ترجمہ: ''اور سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کیے جائیں گے۔ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا'' (الکھف:۴۸)

نیز فرمایا: ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾

ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر'' (ھود:۱۸)

نیز فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴾ (الکهف:۴۹)

ترجمہ: ''اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس (کی تحریر) سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا (گناہ) بغیر گھیرے باقی نہیں چھوڑا، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہ کرے گا''

نیز فرمایا: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ . فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا . وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا. وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ . فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا . وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴾ (الانشقاق:۷تا۱۲)

ترجمہ: ''تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ تو وہ موت کو بلانے لگے گا۔ اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا''

نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ . فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ . إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ. فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ. فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ . قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ . كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ. وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ. وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ . يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ . مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ. هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ. خُذُوهُ فَغُلُّوهُ . ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ. ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴾ (الحاقۃ:۱۸تا۳۲)

ترجمہ: ''اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ سو جسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔ بلند و بالا جنت میں۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔ لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، تو وہ کہے گا کہ کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔ اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو۔"

نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ‎. فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾ (الزلزال:۶تا۸)

ترجمہ: "اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [من حوسب عذب ، قالت عائشة: فقلت: أوليس يقول الله ﴿ فسوف يحاسب حسابا يسيرا ﴾ قالت: فقال: انما ذلك العرض، ولكن من نوقش الحساب يهلك]

ترجمہ: "[جس شخص سے حساب لیا جائے گا اسے یقیناً عذاب دیا جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: "کہ عنقریب آسان حساب لیا جائے گا"؟ فرمایا: آسان حساب سے مراد اعمال کا بندوں پر پیش کیا جانا ہے مگر جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ضرور ہلاک ہو جائے گا (مناقشہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا پوچھنا کہ فلاں گناہ کیوں کیا تھا؟)]

(صحیح بخاری (۱۰۳) اور صحیح مسلم (۲۸۷۶))

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۳) پہلے بندوں کے اعمال شمار کیئے جائیں گے، پھر انہیں تولا جائے گا، جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری پڑ گیا وہ نجات پا گیا، اور جس کا ہلکا رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَابِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ﴾ (الانبیاء:۴۷)

ترجمہ: ''قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے''

نیز فرمایا: ﴿ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے'' (الاعراف:۸،۹)

نیز فرمایا: ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَ لُوْنَ. فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ ﴾ (المؤمنون:۱۰۱تا۱۰۳)

ترجمہ: ''پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات پانے والے ہو گئے۔ اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کیلئے جہنم واصل ہوئے''

نیز فرمایا: ﴿ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ. فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ. وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ. فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ. وَمَا أَدْرٰكَ مَاهِيَهْ. نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ (القارعۃ:۶تا۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: ''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا۔ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے۔ وہ تند و تیز آگ ہے''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [الطهور شطر الایمان والحمد لله تملأ الميزان وسبحان الله والحمد لله تملآن او تملأ ما بين السموات والارض]

ترجمہ: [صفائی اور پاکیزگی نصفِ ایمان ہے، اور الحمد لله میزان کو بھر دیتا ہے، اور سبحان الله والحمد لله دونوں یعنی آسمانوں اور زمین کو یا ان دونوں کے مابین کو بھر دیتے ہیں] (صحیح مسلم (۲۲۳)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

[كلمتان حبيبتان الى الرحمن، خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان سبحا ن الله وبحمده سبحان الله العظيم]

ترجمہ: [دو کلمے جو رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں، زبان پر ہلکے، اور میزان پر بھاری ہیں، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم] (صحیح بخاری (۷۵۶۳) اور صحیح مسلم (۲۶۹۴)

(یہ دونوں حدیثیں اثباتِ میزان کی دلیل ہیں)

اعمال اگرچہ اعراض ہیں (یعنی ایسی چیز جس کا جسم نہیں ہوتا) مگر اللہ تعالیٰ انہیں جسم دیکر اپنے میزان میں تول لے گا۔ بندوں کے اعمال کے وزن کی حکمت اولاً: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا اظہار ہو جائے، ثانیاً: بندوں کو ان کے اعمال کی خبر ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کو جاننے والا ہے۔

اور وزن، جس طرح اعمال کا ہوگا، اعمال کے صحائف کا بھی ہوگا، جیسا کہ حدیث بطاقہ سے واضح ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ:[اللہ تعالیٰ میری اُمت کے ایک شخص کو قیامت کے دن،تمام خلائق کے سامنے بلائے گا،اس پر(اس کے گناہوں کے)ننانوے رجسٹر پھیلا دے گا،ہر رجسٹر کا طول وعرض تاحدِ نگاہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:کیا تو ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا انکار کرتا ہے؟کیا تجھ پر میرے کاتب فرشتوں نے کوئی ظلم کیا ہے؟وہ کہے گا:نہیں میرے پروردگار۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:کیا تیرے پاس ان گناہوں کیلئے کوئی عذر ہے؟کہے گا:نہیں میرے پروردگار۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:کیوں نہیں،ہمارے پاس تیری ایک نیکی محفوظ ہے،آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا،ایک پرچی نکالی جائے گی،جس میں(أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبدالله ورسوله) لکھا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:اے بندے!اپنا وزن خود دیکھ لے،کہے گا:اے میرے پروردگار!اس پرچی کا ان رجسٹروں سے کیا مقابلہ؟اللہ تعالیٰ فرمائے گا:تجھ پر آج کوئی ظلم نہیں ہوگا،چنانچہ وہ رجسٹر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں گے،دوسرے میں وہ پرچی۔رجسٹروں والا پلڑا ہلکا پڑ کے اوپر کو اڑنے لگے گا اور پرچی بہت بھاری پڑ جائے گی،اللہ تعالیٰ کے نام کے سامنے کوئی چیز بھاری نہیں ہوسکتی] (اس حدیث کو امام ترمذی(۲۶۳۹)نے روایت کیا ہے،اور اسے حسن کہا ہے،نیز حاکم(۱/۶نے بھی،اور اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے،اور امام ذھبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔شیخ البانی کا "السلسلة الاحاديث الصحيحة"(۱۳۵)ملاحظہ کیجئے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پل صراط

۲۰۔ قوله: "وأن الصراط حق، يجوزه العباد بقدر أعمالهم، فناجون متفاوتون في سرعة النجاة عليه من نار جهنم، وقوم أوبقتهم فيها أعمالهم"

ترجمہ: "(قیامت کے دن) پل صراط برحق ہے، جسے بندے اپنے اپنے اعمال کے بقدر عبور کریں گے، کچھ تو نجات پا جائیں گے جو جہنم سے نجات میں تیزی کے اعتبار سے متفاوت ہونگے۔ اور بہت سے لوگوں کو ان کے اعمال ہلاکت کے گڑھے (جہنم) میں پھینک دیں گے"

شرح

پل صراط حق ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے، یہ ایک پل ہے جو جہنم کی کمر پر نصب ہے، اس پر سے مسلمان، جنت میں پہنچنے کیلئے اپنے اپنے اعمال کے مطابق گزریں گے، چنانچہ کچھ تو بجلی کی طرح عبور کر جائیں گے، اور کچھ تیز رفتار ہوا کی طرح، اور کچھ ایسے بھی ہونگے جو سُرین پر گھسٹتے ہوئے بالآخر پار کر ہی جائیں گے۔

صحیح بخاری (۸۰۶) اور صحیح مسلم (۲۹۹) میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [.... جہنم کے اوپر درمیان میں ایک پل نصب کیا جائے گا، تمام انبیاء میں سے سب سے پہلے میں اپنی امت کو لیکر اس پل کو عبور کرونگا، اس دن رسولوں کے علاوہ کوئی انسان، کوئی کلام نہیں کر سکے گا، رسولوں کا کلام بھی "اللهم سلم، اللهم سلم" ہوگا، یعنی: اے اللہ سلامتی عطا فرما۔ اور جہنم میں سعدان (ایک خاردار درخت) کے کانٹوں کی طرح لوہے کے نوکیلے کنڈے ہونگے۔ کیا تم نے سعدان کا درخت دیکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: وہ کنڈے سعدان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کانٹوں کی طرح ہی ہونگے، البتہ وہ کتنے بڑے ہونگے اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، یہ کنڈے لوگوں کو ان کے اعمال کے بہ سبب اچکتے رہیں گے، کچھ تو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کردیئے جائیں گے، اور کچھ کو (ایک مدت کیلئے) جہنم میں جھونک دیا جائے گا، پھر وہ نجات پا جائیں گے۔

صحیح مسلم (۳۲۹) میں ابوھریرۃ اور حذیفہ رضی اللہ عنھما کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

[امانت اور رحم (رشتہ داری) کو چھوڑا جائے گا یہ دونوں پل صراط کے دونوں کناروں میں دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلی جماعت بجلی کی طرح پل صراط کو عبور کر جائے گی، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان ہوں، بجلی کی طرح عبور کرنا کیسا ہے؟ فرمایا: تم نے کبھی بجلی نہیں دیکھی؟ وہ کس طرح گزرتی ہے، اور پھر پلک جھپکنے میں لوٹ آتی ہے۔ پھر کچھ لوگ ہوا کی طرح عبور کریں گے، کچھ پرندے کی اور کچھ گھوڑوں کی رفتار سے عبور کریں گے، درحقیقت ان کے اعمال، انہیں دوڑا رہے ہونگے۔ تمہارے نبی (ﷺ) پل صراط پر کھڑے ہونگے، اور "رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ" کہہ رہے ہونگے، حتی کہ ایسے لوگ آجائیں گے جن کے اعمال عاجز ہونگے، اور ایسا شخص بھی آئے گا جو اپنی سُرین پر گھسٹتا ہوا چل سکے گا۔]

مزید فرمایا: [پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے نوک دار کنڈے لٹک رہے ہونگے، جنہیں گزرنے والوں کے پکڑنے کا حکم ہوگا، کچھ زخموں سے چور ہو کر نجات پانے والے ہونگے، اور کچھ کٹ کر جہنم میں گر جانے والے ہونگے۔]

صحیح مسلم (۳۰۲) میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: [پھر جہنم پر ایک پل قائم کر دیا جائے گا اور شفاعت کرنا حلال ہو جائے گا، اور انبیاء "اللّٰھم سلم سلم" پکار رہے ہونگے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ یہ پل کیا ہے؟ فرمایا: ایک ایسا راستہ جس پر پھسلن ہی پھسلن ہوگی، اس میں نوچنے والے پرندوں کے پنجوں اور نجد کی سرزمین پر پائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جانے والے کانٹے دار درخت سعدان کے کانٹوں کی مانند لوہے کے نوک دار کنڈے ہونگے۔مؤمن پلک جھپکنے کی طرح گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ برق رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کی طرح عبور کر جائیں گے۔ کچھ تو صحیح سالم عبور کر کے نجات پا جائیں گے، کچھ زخموں سے چور چور بالآخر چھوڑ دیے جائیں گے، اور کچھ کٹ کر جہنم کی آگ میں گر جائیں گے۔

حوضِ کوثر

۲۱۔ قولہ: "والایمان بحوضِ رسول اللہ ﷺ، تردہ امتہ، لایظمأ من شرب منہ، ویزاد عنہ من بدل و غیر"

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کے حوض پر ایمان لانا (فرض ہے) آپ ﷺ کے حوض پر آپ ﷺ کی امت وارد ہوگی، جس نے اس حوض سے پانی پی لیا اسے (جنت میں داخلے تک) پیاس نہیں لگے گی، حوضِ کوثر سے اس بدعتی کو دور کر دیا جائے گا جس نے دین میں تبدیل و تغییر کا ارتکاب کیا"

شرح

ہمارے نبی محمد ﷺ کے حوض کا بیان

ہمارے نبی ﷺ کے حوض کے بارہ میں مروی احادیث درجۂ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الرقاق میں حوض کا باب ذکر فرمایا ہے، اس باب میں (۱۹) اسناد سے یعنی (۶۵۷۵) سے (۶۵۹۳) تک احادیث حوض نقل فرمائی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ احادیثِ حوض پچاس سے زائد صحابۂ کرام سے مروی ہیں، انہوں نے ان میں سے پچیس صحابہ کا نام قاضی عیاض، جبکہ تین کا امام نووی کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، اور تقریباً اتنی ہی تعداد کا اپنی تحقیق وتتبع سے اضافہ فرمایا ہے، جس سے ان صحابہ کی تعداد پچاس سے متجاوز ہوگئی۔ (دیکھیے فتح الباری ۱۱/۴۶۸ تا ۴۶۹)

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب '' النھایۃ '' میں تیس سے زائد صحابہ سے احادیثِ حوض نقل فرمائی ہیں، ان میں سے اکثر احادیث ان أئمہ کی اسناد سے ذکر فرمائی ہیں، جنہوں نے اپنی کتب میں ان احادیث کی تخریج وروایت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے حوض کے بارہ میں جو صفات وارد ہوئی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا: [حوضي مسيرة شهر ، ماء ه ابيض من اللبن ، وريحه أطيب من المسك ، وكيزانه كنجوم السماء، من شرب منها فلايظمأ أبدا]

ترجمہ: [میرے حوض کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور خوشبو مسک سے زیادہ عمدہ ہوگی، اس کے آب خورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہونگے، جسے ایک بار اس کا پانی نصیب ہوگیا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔] (صحیح بخاری (۶۵۷۹) بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

امام مسلم نے اپنی صحیح (۲۲۹۲) میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

[میرے حوض کی طوالت ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہے، اور اس کے تمام کونے برابر ہیں، اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور خوشبو مسک سے زیادہ عمدہ ہے، اس کے آب خورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں جس نے ایک بار وہ پانی پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔]

صحیح مسلم (۲۳۰۰) میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں:

[يشخب فيه ميزابان من الجنة ، من شرب منه لم يظمأ ، عرضه مثل طوله ، مابين عمان إلى أيلة ، ماء ه أشد بياضا من اللبن وأحلىٰ من العسل]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ:[حوضِ کوثر میں جنت کی طرف سے دو پرنالے گر رہے ہونگے، جس نے حوضِ کوثر کا پانی پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اس کا عرض اس کے طول کے برابر ہے، عمان سے لیکر ایلہ تک اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے]

حوضِ کوثر پر اہلِ بدعت کا ہیبت ناک انجام

کچھ لوگوں کو حوضِ کوثر پر وارد ہونے سے روک دیا جائے گا، صحیح بخاری (٦٥٧٦) میں عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أنا فرطكم على الحوض ، وليرفعن رجال منكم ، ثم ليختلجن دوني فأقول: يا رب أصحابي فيقال: انك لا تدري ما أحدثوا بعدك]

ترجمہ:''[میں حوضِ کوثر پہ تمہارا انتظار واستقبال کرونگا تم میں سے کچھ لوگ ظاہر کیئے جائیں گے پھر میرے سامنے کھینچ کر نکال دیئے جائیں گے، میں کہوں گا: میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی ہیں، کہا جائے گا: آپ (ﷺ) نہیں جانتے انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا نئے طریقے اپنا لئے تھے]

ان ساتھیوں سے مراد وہ چند لوگ ہیں، جنہوں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کر لیا تھا، اور پھر ان اسلامی کامیاب لشکروں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے تھے، جنہیں ابو بکر صدیق ﷺ نے مرتدین سے قتال کیلئے بھیجا تھا (نوٹ: وہ شرعی نصوص جو کسی مخصوص تناظر میں وارد ہوتے ہیں ان کے حکم میں عموم ملحوظ ہوتا ہے، لہذا قیامت کے دن حوضِ کوثر پہ ہر مبتدع کی اسی طرح بے توقیری اور تذلیل ہوگی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں مبتدعین کو دیکھ کر یہ کہوں گا: [سحقا سحقا لمن غير بعدي] یعنی: جن لوگوں نے میرے بعد دین کو تبدیل کر دیا انہیں میری نظروں سے دور کر دیا جائے۔ مترجم)

روافض کی ہذیان گوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

روافض، جن کے سینے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حقد وبغض سے لبریز ہیں، کا یہ زعمِ باطل ہے کہ صحابۂ کرام نبی ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، بہت تھوڑی تعداد دین پر باقی رہی، ان کے بقول احادیث میں جن لوگوں کو حوضِ کوثر سے دور کرنے کا ذکر وارد ہے، وہ (نعوذ باللہ) یہی اصحابِ رسول ﷺ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حوضِ کوثر سے دور ہٹانے کے اصل مستحق خود روافض ہیں؛ کیونکہ وہ وضوء میں اپنے پاؤں نہیں دھوتے، بلکہ مسح کرتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:[ويل للأعقاب من النار] یعنی: وضوء میں جن کے پاؤں کی ایڑیاں تھوڑی سی خشک رہ جائیں ان کیلئے جہنم کی ویل ہے۔(صحیح بخاری (۱۶۵) صحیح مسلم (۲۴۲) بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس کے علاوہ روافض کے چہرے اس چمک دمک سے محروم ہیں جو وضوء سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:[ان أمتي يدعون يوم القيامة غرا محجلين من آثار الوضوء] یعنی: بے شک میری امت قیامت کے دن بلائی جائے گی، ان کی پیشانیاں اور دیگر اعضاءِ وضوء، وضوء کی برکت سے چمک رہے ہونگے](صحیح بخاری (۱۳۶) بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس دور کے ایک گمراہ شخص کے صحابہ کرام کے متعلق باطل نظریہ کا رد

واضح ہو کہ اس دور میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کا زعم ہے کہ وہ اہل السنۃ میں سے ہے، جبکہ اہل السنۃ سے اس کا کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ ان روافض کے منہج پر قائم ہے جو اپنے سینوں میں صحابہ کے خلاف بغض وعناد رکھتے ہیں، اس شخص کا نام حسن بن فرحان المالکی ہے، یہ سعودی عرب کے انتہائی جنوبی علاقہ بنو مالک کی طرف منسوب ہے۔

اس شخص نے ایک انتہائی سخیف اور گھٹیا سا رسالہ تصنیف کیا ہے، جس کا عنوان "الصحابة بين الصُّحْبَةِ اللغوية و الصُّحْبَةِ الشرعية" ہے (یعنی صحابہ میں لغوی اور شرعی صحبت کا فرق)

اس رسالہ میں اس کا زعم ہے کہ صحابہ صرف وہ مہاجرین وانصار ہیں جو صلح حدیبیہ سے قبل موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھے جنہوں نے حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا یا ہجرت کی ان کیلئے شرعی صحابیت کا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان کی صحبت تو منافقین و کفار کی صحبت جیسی ہے۔

اس شخص نے اپنے اس قول سے بہت سے اصحاب رسول ﷺ کو نبی ﷺ کی صحابیت سے خارج کر دیا، جن میں عباس بن عبدالمطلب نبی ﷺ کے چچا، اور ان کے بیٹے حبر امت، ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم بھی ہیں۔ اسی طرح ابوموسیٰ اشعری، ابوھریرۃ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنھم وغیرہ جیسے بے شمار صحابہ کو شرفِ صحابیت سے فارغ کر دیا۔

یہ پندرھویں صدی میں ایک بدعت اور محدث قول ہے، اس مالکی سے قبل یہ بات کسی نے نہیں کہی، سوائے اسی جیسے ایک نوعمر نوجوان کے، جس کا نام عبدالرحمٰن بن محمد الحکمی ہے۔

اس کی اس گھٹیا کتاب میں صحابۂ کرام کی عدالت کا بھی انکار ہے، اس کے خیالِ فاسد کے مطابق اکثر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو نبی ﷺ کے حوض سے دھتکار دیا جائے گا اور نعوذ باللہ واصلِ جہنم کر دیا جائے گا۔

اس کا کہنا ہے کہ صحابۂ کرام میں سے بہت تھوڑی تعداد نجات پا سکے گی، (اس نے اس تھوڑی تعداد کے بیان کیلئے "مثل ھمل النعم" کی تعبیر استعمال کی ہے، یہ تعبیر ایک حدیث میں وارد ہوئی ہے، جس کا بیان آگے آئے گا، اس تعبیر سے کسی شی کی تعداد کی قلت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، "ھمل النعم" ریوڑ کے ان چند اونٹوں کو کہتے ہیں جو چرواہے کے بغیر دن یا رات گزاریں، ایسے اونٹوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔)

اس شخص (مالکی) کے مذکورہ بیانات سے ثابت ہو گیا کہ اس کا تعلق اہل السنۃ سے نہیں بلکہ روافض حاقدین علی اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ میں نے ایک کتاب بعنوان "الانتصار للصحابۃ الاخیار فی رد اباطیل حسن المالکی" لکھی ہے، جس میں اس کی تمام اباطیل وخرافات کا رد کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کتاب میں، میں نے حوض سے دور ہٹائے جانے کے تعلق سے لکھا ہے:

مالکی نے جو عدالتِ صحابہ کا انکار کیا ہے، اس کے رد کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ مالکی اپنی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھتا ہے کہ "صحابۂ کرام کی مذمتِ عام میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس میں صحابہ کے ایک جمِ غفیر کو جہنم کی طرف جاتا دیکھ کر نبی ﷺ فرمائیں گے: یہ تو میرے صحابی ہیں، یہ تو میرے صحابی ہیں۔ کہا جائے گا: آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد کیا کیا نئے طریقے اپنا لئے۔ یہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے، جبکہ صحیح بخاری میں (بقولِ مالکی) یہ الفاظ بھی وارد ہیں: [فلا أری ینجو منکم إلا مثل همل النعم] یعنی تم میں سے بہت تھوڑے لوگ "مثل همل النعم" نجات پاسکیں گے۔"

اب اس مخالف و معاند کا کہنا ہے کہ صحابہ کیلئے کیا امتیاز باقی رہ گیا جبکہ نبی ﷺ نے فرمادیا کہ ان میں سے بہت تھوڑے لوگ نجات پاسکیں گے، باقی تمام جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے (والعیاذ باللہ) اس حاقد اور معاند نے یہی بات اپنی کتاب کے صفحہ ۶۴ میں دہرائی ہے۔

ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں: صحیح بخاری، کتاب الرقاق کی جس حدیث کا اس نے حوالہ دیا ہے، وہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں (۶۵۸۷):

[بینا أنا نائم فإذا زمرة، حتی إذا عرفتهم خرج رجل من بینی و بینهم فقال: هلم، فقلت :أین ؟ قال :إلی النار واللہ! قلت: وماشأنهم ؟قال إنهم ارتدوا بعدک علی أدبارهم القهقری، ثم إذا زمرة ،حتی إذا عرفتهم خرج رجل من بینی و بینهم ، فقال: هلم ، قلت :أین ؟قال :إلی النار واللہ! قلت: ماشأنهم ؟قال: إنهم ارتدوا بعدک علی أدبارهم القهقری، فلا أراه یخلص منهم إلا مثل همل النعم]

ترجمہ: [ایک بار میں سورہا تھا کہ میں نے ایک جماعت دیکھی جب میں ان کو پہچان چکا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص نکلا، اس نے کہا: ادھر آؤ، میں نے پوچھا: کہاں؟ اس نے کہا: جہنم کی طرف اللہ کی قسم، میں نے پوچھا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ کے بعد اپنی پشتوں کے بل پھر کر ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ پھر ایک جماعت ظاہر ہوئی، جب میں انہیں پہچان چکا تو ایک آدمی میرے اور ان کے درمیان سے برآمد ہوا، اس نے کہا: آؤ، میں نے کہا: کس طرف؟ اس نے کہا: جہنم کی طرف اللہ کی قسم، میں نے پوچھا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد اپنی پشتوں کے بل پھر کر ارتداد اختیار کیا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان میں سے کچھ لوگ بچ کر (حوض تک پہنچ سکیں)، مگر اتنی ہی تعداد میں جتنی تعداد میں دن چرواہے رات یا دن گزارنے والے اونٹ ہوتے ہیں۔]

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبی ﷺ کا فرمان: [بين أنا نائم] اکثر نسخوں میں اسی طرح وارد ہوا ہے، جبکہ کشمیھنی کے نسخہ میں "نائم" بالنون کی بجائے "قائم" بالقاف ہے، اور یہ روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ قیام سے مراد قیامت کے دن حوض پہ کھڑا ہونا ہے، اگر "نائم" لیا جائے تو وہ بھی درست ہے، اس سے مراد یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے دنیا میں خواب میں قیامت کے دن (حوض پہ کھڑا ہونے کا) وہ منظر دیکھا (جس کا آپ ﷺ نے حدیثِ مذکور میں ذکر فرمایا ہے)

حافظ ابن حجر نے حدیث کے آخری حصہ [فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم] کا مطلب بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حوضِ کوثر پہ وارد ہونے کیلئے قریب آئیں گے تو انہیں روک دیا جائے گا۔ (حافظ ابن حجر مزید فرماتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ ان میں سے حوضِ کوثر پر وارد ہونے والے بہت تھوڑے لوگ ہونگے؛ کیونکہ اونٹوں میں سے دن چرواہے اونٹ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

گویا مذکورہ حدیث میں وارد الفاظ "فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم" کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مطلب یہ ہے کہ حدیثِ مذکور میں جن دو جماعتوں کے حوض پر وارد ہونے کا ذکر ہے، ان میں سے بہت تھوڑے لوگ حوض پر وارد ہوسکیں گے، حدیثِ مذکور سے کہیں یہ ثابت نہیں ہورہا کہ آپ ﷺ پر آپ کے صحابہ کی صرف یہی دو جماعتیں پیش ہونگی۔

مالکی نے جب حدیثِ مذکور کو بیان کیا تو اس میں ایک غلط لفظ ڈال دیا، اور اسی غلط لفظ کی بنیاد پر صحابۂ کرام پر ایک غلط حکمِ عام قائم کردیا، چنانچہ اس کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری میں یوں بھی مروی ہے، "فلا أری ینجو منکم إلا مثل همل النعم" اس نے "منکم" مخاطب کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان کی حالانکہ حدیث میں "منهم" ہے، پھر اس نے اپنے غلط لفظ "منکم" کی بنیاد پر یہ بات کہہ دی کہ صحابہ کیلئے کیا امتیاز باقی رہ گیا جبکہ نبی ﷺ نے فرمادیا کہ ان میں سے بہت تھوڑے لوگ نجات پاسکیں گے، باقی تمام جہنم میں جھونک دیے جائیں گے (والعیاذ باللہ)

نیز یہ کہہ دیا کہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کے صحابہ میں سے بہت کم لوگ "مثل همل النعم" نجات پاسکیں گے۔

اس نے یہ بات کہہ کر نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے یہ خبر نہیں دی کہ صحابۂ کرام میں سے بہت کم نجات پاسکیں گے۔ (بلکہ نبی ﷺ کی حدیث کا ملخص یہ ہے کہ قیامت کے دن جو دو جماعتیں حوض پر وارد ہونے کیلئے آئیں گی، چونکہ ان میں سے اکثر نے ارتداد اختیار کرلیا تھا لہذا ان میں سے اکثر کو حوض سے روک لیا جائے گا اور بہت کم حوض پر وارد ہونگے، گویا اس حدیث میں صحابہ کرام کا ذکر نہیں بلکہ ان تھوڑے سے لوگوں کا ذکر ہے، جنہوں نے نبی ﷺ کے دور میں اسلام قبول تو کرلیا لیکن آپ ﷺ کے فوت ہوتے ہی ارتداد اختیار کرلیا۔ مترجم)

ہوسکتا ہے مالکی کی مذکورہ بات عمداً نہ ہو بلکہ بر بنائے خطأ ہو (واللہ اعلم)

بعض احادیث میں جو یہ بات وارد ہوئی ہے، کہ آپ ﷺ کے حوض سے آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دور کردیا جائے گا، اور آپ ﷺ اصحابي یا اصیحابي کہیں گے، آپ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کو جواب ملے گا کہ آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد کیا کیا نئی چیزیں اپنائی تھیں۔ تو اس سے مراد وہ تھوڑے سے لوگ ہیں جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے قتال کیلئے اپنے لشکر روانہ کئے، جو ان مرتدین کو قتل کر کے کامیاب وکامران واپس لوٹ آئے۔

میں کہتا ہوں: اگر اس شخص (مالکی) کے زعم میں اکثر اصحاب رسول ﷺ کا انجام جہنم کی آگ ہے اور بہت کم نجات پاسکیں گے، تو پھر یہ مالکی اپنے لئے کس قسم کا انجام سوچ بیٹھا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں اور ہر قسم کی ذلت وخذلان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

اس شخص (مالکی) کا زعم ہے کہ شرعی صحبت صرف ان مہاجرین وانصار صحابۂ کرام کو حاصل ہے جو صلح حدیبیہ سے قبل موجود تھے، صلح حدیبیہ کے بعد آنے والے اس کے زعم فاسد کے مطابق صحابہ کے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔

اب اس کا یہ قول کہ صحابہ میں سے بہت تھوڑے نجات پائیں گے، بقیہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے، اس کا اطلاق انہیں انصار ومہاجرین صحابہ پر ہوگا جو حدیبیہ سے قبل آئے، (کیونکہ وہ انہی کو صحابی مانتا ہے) تو یہ صحابہ جو اس امت کا سب سے بہترین طبقہ ہے، اگر جہنم سے نہیں بچ سکتے تو پھر امت کا وہ کون سا فرد ہے تو جہنم سے بچ سکے گا۔

یہود ونصاریٰ بھی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے بارہ میں وہ بات نہیں کہہ سکے جو یہ مالکی کہہ گیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص قبح وفساد اور شر کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، جو شخص بھی اس کی یہ بات سنے گا یا بذات خود پڑھے گا تو وہ یا تو اسے مفقود العقل سمجھے گا یا اسے پرلے درجے کا خبیث اور صحابۂ کرام جو امت کی سب سے افضل جماعت ہے پر حاقد قرار دے گا، خاص طور پہ اس کا یہ کہنا کہ عباس بن عبد المطلب اور ان کا بیٹا عبد اللہ صحابی نہیں تھے، اور خاص طور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پہ اس کا یہ کہنا کہ اکثر صحابہ (تھوڑی تعداد کے علاوہ) جہنم میں جائیں گے۔

پھر اگر اس شخص کے زعم کے مطابق، اکثر صحابہ (علاوہ بعض کے) جہنمی ہیں، تو کتاب وسنت تو ہم تک صحابہ کرام کے طریق ہی سے پہنچا ہے، وہی رسول اللہ ﷺ اور بعد میں آنے والے لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں، تو پھر لوگوں کے پاس کون سا حق اور کون سی ہدایت ہے؛ کیونکہ ناقل میں قدح اور جرح منقول میں قدح اور جرح کے مترادف ہے۔

امام ابوزرعۃ الرازی (المتوفی: ۲۶۴) فرماتے ہیں: "اذا رأیت الرجل ینتقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زندیق وذلک أن رسول الله ﷺ عندنا حق والقرآن حق، وإنما ادّی إلینا هذا القرآن والسنن أصحاب رسول الله ﷺ وإنما یریدون أن یجرحوا شهودنا لیبطلوا الکتاب والسنة، والجرح بهم أولیٰ وهم زنادقة"

ترجمہ: "جب تم کسی شخص کو اصحابِ رسول ﷺ پر جرح کرتے ہوئے دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ زندیق ہے؛ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں، اور قرآن بھی حق ہے، ہماری طرف قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، یہ زنادقہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان گواہوں (صحابہ کرام) پر جرح کرکے کتاب وسنت کو باطل کردیں، حالانکہ یہ خود جرح وقدح کے مستحق ہیں اور زندیق ہیں"

(الکفایة للخطیب البغدادی (ص ۴۹)

مالکی کی دیگر اباطیل جنہیں اس نے اپنی کتاب "قراءة فی کتب العقائد" میں ذکر کیا ہے، میں ان سے بھی پردہ اٹھانا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان تمام اباطیل پر اپنی کتاب "الانتصار لاهل السنة والحدیث فی رد اباطیل حسن المالکی" میں بلڈوزر چلا کر صفایا کردونگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایمان کی تعریف اور حقیقت

۲۲.قوله:" وأن الايمان قول باللسان ، وإخلاص بالقلب، وعمل بالجوارح ،يزيد بزيادة الأعمال، وينقص بنقصها ، فيكون فيها النقص وبها الزيادة ، ولا يكمل قول الايمان إلا بالعمل ، ولاقول وعمل إلا بنية ، ولاقول وعمل ونية إلا بموافقة السنة . وأنه لايكفر أحد بذنب من أهل القبلة "

ترجمہ:"اور بے شک ایمان زبان کے اقرار، دل کے اخلاص، اور اعضاء کے عمل کا نام ہے، نیکیوں کی زیادتی سے بڑھتا ہے اور کمی سے گھٹتا ہے، ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، ایمان کا قول، عمل کے بغیر پورا نہیں ہوتا، اور قول وعمل دونوں نیت کی درستگی کے بغیر نامکمل ہیں، اور قول، عمل اور نیت تینوں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مطابقت کے بغیر نا قابلِ قبول ہیں، اور اہلِ قبلہ میں سے کوئی شخص کسی گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہو جاتا"

شرح

(یہاں چند مسائل کا ذکر ہے)

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ایمان کی تعریف

(۱) اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، ایمان دل کی تصدیق، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل سے بنتا ہے، ان کے نزدیک یہ تینوں امور مسمی ایمان میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ. أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا. لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ (الانفال:۲تا۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: ''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہی لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے''

ان آیات میں قلوب واعضاء کے تمام اعمال ایمان میں داخل کیئے گئے ہیں۔

صحیح مسلم (۵۸) میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [الایمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لاإله الا الله ، وأدناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان]

یعنی: [ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شعبے ہیں، سب سے افضل ''لا إلہ الا اللہ'' کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیاء بھی ایمان کا شعبہ ہے]

اس حدیث نے بڑی صراحت سے ثابت کیا ہے کہ دل، زبان اور اعضاء سے ادا ہونے والا ہر عمل ایمان کہلاتا ہے۔ البتہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں جو عمل صالح کا ایمان پر عطف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾

ترجمہ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کی مہمان نوازی جنت الفردوس میں ہوگی) (الکھف: ۱۰۷)

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں'' (البینۃ: ۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴾

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کیے یقیناً ان کیلئے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے'' (الکھف: ۱۰۷)

ان تمام آیات میں عطف کی دلالت یہ نہیں ہے کہ اعمال، مسمی ایمان میں داخل نہیں بلکہ یہ عطف، از قبیل عطف الخاص علی العام ہے، (نہ کہ برائے مغایرت)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں ایمان کے تعلق سے پایا جانے والا تفاوت، اعمال کے تفاوت کی بناء پر ہے، نیز اقوال کے بھی؛ کیونکہ قول بھی زبان کا عمل ہے، بلکہ بعض اوقات تو یہ تفاوت، عملِ قلب کی بناء پر بھی قائم ہو جاتا ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری (۱/۴۶) میں امام نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

''انتہائی ظاہر اور مختار قول کے مطابق تصدیق، جو دل کا فعل ہے، میں بھی کثرتِ نظر اور وضوحِ ادلہ کی وجہ سے کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے، اسی لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان، دوسروں کے ایمان سے زیادہ قوی تھا؛ کیونکہ ان کے ایمان میں کسی شبہ کا کوئی شائبہ یا امکان نہیں تھا، ہماری اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہر شخص بذاتِ خود یہ بات جانتا ہے کہ اس کے دل کی کیفیت میں تبدیلی، تفاضل یا کمی بیشی آتی رہتی ہے، حتی کہ بعض اوقات دل زیادہ دولتِ یقین واخلاص وتوکل سے معمور ہوتا ہے اور بعض حالات میں یہ کیفیت برقرار نہیں رہتی، اسی طرح تصدیق ومعرفت میں بھی دلائل کی قوت وکثرت کی بناء پر کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے'' (انتہیٰ)

(۲) ایمان کی تعریف سے عمل کو خارج کرنے والے دو گروہ ہیں، ایک جنہیں ''مرجئۃ الغلاۃ'' کہا جاتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ہر وہ شخص جو ایمان قبول کر لے، کامل الایمان ہوتا ہے، ایمان کی موجودگی میں کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، جیسا کہ کفر کی موجودگی میں کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔ یہ قول بہت بڑا باطل، بلکہ کفر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوسرے جنہیں "مرجئۃ الفقہاء" کہا جاتا ہے، یہ اہلِ کوفہ ہیں جو بیشتر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیروکار ہیں، یہ بھی مسمیٰ ایمان میں اعمال کے عدمِ دخول کے قائل ہیں، البتہ "مرجئۃ الغلاۃ" کے اس قول کے مخالف ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ نقصان نہیں دیتا۔

بلکہ وہ گناہ پر مواخذہ اور سزا ملنے کے قائل ہیں۔

مرجئۃ الفقہاء کا قول بھی صحیح نہیں؛ کیونکہ اس سے بھی اہلِ کلام مرجئہ کی بدعات کا راستہ ہموار ہوتا ہے، نیز یہ فکر معاشرہ میں فسق وفجور کے پنپنے اور رواج پانے کا ذریعہ بنتا ہے، تفصیل کیلئے شرح طحاویہ (۴۷۰) ملاحظہ ہو۔

(۳) نیکی کے کاموں سے ایمان بڑھتا ہے، جبکہ معصیتوں کے ارتکاب سے گھٹتا ہے۔

زیادتیِ ایمان کی ادلہ، درج ذیل آیات ہیں:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ (الانفال:۲)

ترجمہ "بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"

نیز فرمایا: ﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾ (التوبۃ:۱۲۴)

ترجمہ: "سو جو لوگ ایمان دار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا"

نیز فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا ﴾

ترجمہ: "وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں" (الفتح:۴)

نیز فرمایا: ﴿ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

هُمْ اِیْمَانًا﴾ (آل عمران:۱۷۳)

ترجمہ: ''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا''

نیز فرمایا: ﴿وَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ (الاحزاب:۲۲)

ترجمہ: ''اور ایمان داروں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا (بے ساختہ) کہہ اٹھے! کہ انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، اور اس (چیز) نے ان کے ایمان میں اور شیوۂ فرماں برداری میں اور اضافہ کر دیا''

ایمان کے کم ہونے کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے:

[من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ،فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ،وذلك اضعف الايمان]

ترجمہ: [جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اصلاح کرے، اگر زبان کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں برا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے] (صحیح مسلم (۷۸)

ایمان کے کم ہونے کی ایک اور دلیل، حدیثِ شفاعت بھی ہے، جس میں ان لوگوں کے جہنم سے نکالنے کا ذکر ہے، جن کے دلوں میں ایمان ایک رائی کے دانے کی صورت ہوگا۔ (دیکھیئے صحیح بخاری (۷۴۳۹) اور صحیح مسلم (۳۰۲) بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ)

وہ حدیث بھی ایمان کی کمی کی دلیل ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ناقصاتِ عقل و دین قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری (۳۰۴) صحیح مسلم (۱۳۲)

حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۷/۱) میں فرماتے ہیں: امام لالکائی نے صحیح سند کے ساتھ امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں "لقيت أكثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار ، فما رأيت أحدا منهم يختلف في أن الايمان قول وعمل ويزيد وينقص"

یعنی: میں مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء ومحدثین سے مل چکا ہوں سب کا یہ عقیدہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، اور بڑھتا اور گھٹتا ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں تھا۔

امام ابن ابی حاتم الرازی اور امام لالکائی نے اپنی اسانید سے صحابہ اور تابعین کے ایک جم غفیر سے ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کے اقوال نقل فرمائے ہیں، ان میں ایسے صحابہ اور تابعین کے نام بھی ہیں جن پر اجماع دائر ہوتا ہے۔ قاضی فضیل ابن عیاض اور امام وکیع نے ایمان کی کمی وبیشی کو اہل السنۃ والجماعۃ کا قول قرار دیا ہے۔

(۴) "اسلام" اور "ایمان" ان الفاظ میں سے ہیں جو کسی جملے میں اکٹھے مذکور ہوں تو ان کے معنی میں فرق ہوتا ہے اور جب دونوں میں سے ہر کوئی الگ الگ ذکر کیا جائے تو دونوں ایک دوسرے کا معنی دیتے ہیں، چنانچہ حدیث جبریل میں اسلام اور ایمان کو جمع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ سے جب ایمان کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس سوال کا وہ جواب دیا جو ایمان کے لغوی معنی کے مناسب ومطابق تھا، (یعنی: باطنی امور) آپ ﷺ نے فرمایا:

[أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره]

ترجمہ: [یہ کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، اور تقدیر پر خواہ اچھی ہو یا بُری]

اور جب آپ ﷺ سے اسلام کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس سوال کا وہ جواب دیا جو اسلام کے لغوی معنی کے مناسب ومطابق تھا (یعنی: ظاہری امور) آپ ﷺ نے فرمایا:

[أن تشهد أن لا إله الا الله وأن محمدا رسول الله وتقيم الصلاة، وتؤتي

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الزکوۃ، و تصوم رمضان ، وتحج البیت إن استطعت إلیه سبیلا]

ترجمہ:[یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرے، اور زکوۃ دے، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کرے اگر استطاعت ہو۔]

اگر لفظِ اسلام کہیں اکیلا مذکور ہو، لفظِ ایمان کے ساتھ مقترن نہ ہو تو اس کا معنی ظاہری و باطنی تمام امور کو شامل ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر لفظِ ایمان، لفظِ اسلام کے بغیر مستعمل ہو تو وہ بھی تمام ظاہری و باطنی امور کو شامل ہو سکتا ہے۔

کلامِ عرب میں اس قسم کے بہت سے مرادفات ہیں، جیسے لفظِ فقیر اور مسکین، اور جیسے لفظِ البر اور التقویٰ وغیرہ۔

(۵) ایمان میں تین چیزوں کا اجتماع ضروری ہے: اعتقاد، قول، اور عمل۔

اعتقاد اور قول، عمل کے بغیر کافی نہیں، اور ہر قول و عمل کیلئے نیت کا ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:[انما الاعمال بالنیات وإنما لکل امرئ ما نوی]

یعنی:[تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور انسان کو اس کے عمل سے وہی ملے گا جو اس نے نیت کی] (صحیح بخاری (۱) اور صحیح مسلم (۱۹۰۷)

اگر قول، عمل اور نیت تینوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو یہ اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتیں جب تک رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہ ہوں؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد]

ترجمہ:[جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز جاری کی وہ مردود ہوگی] (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

[من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد]یعنی:[جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امر یا تصدیق نہ ہو تو وہ مردود ہے]

(۶) مؤلف نے فرمایا ہے: ''ولا یکفر احد بذنب من أهل القبلة ''یعنی: ''اہلِ قبلہ میں سے کوئی شخص کسی گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہو جاتا۔''

البتہ اگر کوئی شخص دین کے کسی ایسے عمل کا، جس کا وجوب بداہۃً وظاہراً ثابت ہو، انکار کر دے، مثلاً: نماز، زکوۃ، روزہ اور حج، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دین کے کسی ایسے مسئلے کی تحریم کا انکار کر دے، جس کی تحریم ظاہراً و بداہۃً ثابت ہو، مثلاً: شراب نوشی، اور زنا وغیرہ تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرلے، بشرطیکہ وہ اس کے ارتکاب کو جائز اور حلال نہ مانتا ہو، تو اہل السنۃ کے نزدیک وہ مؤمن ہے، البتہ اس کا ایمان ناقص ہے، اگر توبہ کئے بغیر مر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا، چاہے عذاب دے دے، اور چاہے معاف فرما دے۔ اگر عذاب دے گا تو اسے جہنم میں ہمیشہ نہیں رکھے گا۔

اہل السنۃ کے اس قول کی فرقہ معتزلہ اور خوارج نے مخالفت کی ہے، ان کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب، دنیا میں ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اور آخرت میں جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

برزخی حیات

۲۳۔ قولہ: "وأن الشهداء أحياء عند ربهم يرزقون ، وأرواح أهل السعادة باقية ناعمة إلى يوم يبعثون ،وأرواح أهل الشقاوة معذبة إلى يوم الدين."

ترجمہ: "شہداء زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں، نیک لوگوں کی روحیں قیامت قائم ہونے تک نعمتوں سے متمتع ہوتی رہیں گی، جبکہ بُرے لوگوں کی روحیں قیامت تک مبتلائے عذاب رہیں گی۔"

شرح

شہداء کی برزخی زندگی اور اس کی نعمتوں کا بیان

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾

ترجمہ: "جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیے جاتے ہیں (آل عمران:۱۶۹)

نیز فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ (البقرۃ:۱۵۴)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے"

یہ حقیقی برزخی حیات کہلاتی ہے، جس کی کیفیت اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں یہ بیان ہے کہ شہداء کی روحیں سرسبز پرندوں کے اجواف میں ہوتی ہیں، جبکہ دیگر اہلِ ایمان کی روحیں ایک پرندے کی صورت میں ہوتی ہیں۔ (جنت کے اندر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قبر میں مؤمنوں کو نعمتیں حاصل ہوتی ہے اور کافروں کو عذاب

مؤمن کی قبر میں جنت کا بستر بچھایا جاتا ہے، ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے جہاں سے مسلسل جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں پہنچتی رہتی ہیں، اور اس کی قبر کو تا حدِ نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

جبکہ کافر کی قبر میں جہنم کا بستر بچھایا دیا جاتا ہے، اور ایک دروازہ جہنم کی طرف کھول دیا جاتا ہے، جہاں سے مسلسل جہنم کی گرم ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں، قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔

یہ تمام احادیث مع تخریج گزر چکی ہیں۔

قبر کا فتنہ اور امتحان

۲۴۔ قولہ: " وأن المؤمنين يفتنون في قبورهم ويسألون ، ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ. ﴾ (ابراھیم:۲۷)

ترجمہ: مؤمنین کو ان کی قبروں میں آزمائش اور امتحان کے مرحلے سے گزارا جائے گا۔ "اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو قولِ ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے"

شرح

تمام لوگ اپنی قبروں میں آزمائش اور امتحان (منکر نکیر کے سوالات) کے مرحلے سے دوچار ہونگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو قولِ ثابت کے ساتھ دنیوی زندگی اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قبر کے فتنہ اور سوال کے حوالے سے بہت سی احادیث وارد ہیں، امام بخاری اپنی صحیح (۸٦) میں فاطمہ بنت منذر سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے اسماء سے اور اسماء نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے، سورج گرہن کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

ترجمہ: [جو چیزیں میں آج تک نہیں دکھایا گیا تھا، آج میں نے اپنے اس مقام میں دیکھ لیں، حتی کہ جنت اور جہنم بھی، اللہ تعالی نے مجھے وحی کر کے بتایا کہ تم اپنی قبروں کے اندر فتنے میں ڈالے جاتے ہو، اور یہ فتنہ، دجال کے فتنے کے مثل یا قریب ہے، (فاطمہ بنت منذر کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسماء نے کون سا لفظ ذکر کیا)

پوچھا جائے گا: اس آدمی کے بارہ میں تم کیا جانتے ہو؟

مؤمن یا موقن (وہ شخص جسے یقین کی نعمت میسر ہو، فاطمہ کا کہنا ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ اسماء نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا) کہے گا: وہ محمد ﷺ ہیں، وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں، ہمارے پاس بینات اور ہدایت لیکر آئے، ہم نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی اور آپ ﷺ کی اتباع اختیار کر لی، وہ محمد ﷺ ہیں۔ (یہ لفظ تین بار کہے گا)

اس سے کہا جائے گا: تم میٹھی نیند سو جاؤ، ہمیں پتا چل گیا تھا کہ تم خوب یقین کی نعمت سے مالا مال ہو۔

منافق یا مرتاب (یعنی وہ شخص جو شک وشبہ میں مبتلا ہو، فاطمہ کہتی ہیں مجھے یاد نہیں کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا تھا) سے جب یہی سوال ہوگا تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں نے تو لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا اور وہی کہنا شروع کر دیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (۴٦۹۹) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [المسلم إذا سئل في القبر يشهد أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله، فذلك قوله: ﴿ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الدُّنیَا وَفِی الْآخِرَةِ. ﴾]

ترجمہ: [مسلمان جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی گواہی مراد ہے ''اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو قولِ ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے''] (یعنی قولِ ثابت سے مراد کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت قدمی کے ملنے سے مراد قبر میں اس کلمہ کو پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمانا ہے، جو کامیابی کی علامت ہے، قبر میں اور قیامت کے دن)

مسند احمد میں، بسندِ حسن، براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: [قبر میں مؤمن کے پاس دو فرشتے آئیں گے، اسے بٹھالیں گے اور پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے۔ وہ پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دے گا: میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھیں گے: جو شخص تم میں مبعوث ہوا وہ کیا ہے؟ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

جب کہ کافر کے پاس وہی دونوں فرشتے آئیں گے، اسے بٹھالیں گے، اور پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟ جواب دے گا: ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں۔ وہ پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دے گا: ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں۔ وہ پوچھیں گے: جو شخص تم میں مبعوث ہوا کون ہے؟ جواب دے گا: ہائے افسوس مجھے معلوم نہیں۔]

مصنف عبدالرزاق (۶۷۴۴) میں ابن جریج کے طریق سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے ابو الزبیر نے یہ حدیث سنائی، انہوں نے جابر بن عبداللہ الانصاری سے سنی، فرماتے ہیں:

[بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے، ایک مؤمن جب اپنی قبر میں داخل ہوجاتا ہے اور اس کے دوست واحباب اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، تو ایک فرشتہ شدید غیظ وغضب کی حالت میں آکر، ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں پوچھتا ہے: اس شخص کے بارہ میں تم کیا کہتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مؤمن جواب دیتا ہے: وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے: ذرا اپنے اس ٹھکانے کو دیکھو جو تمہارے لئے پہلے جہنم میں بنایا گیا تھا، جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دے دی ہے، اور اس کے بدلے میں جنت کا ٹھکانہ عطا فرمادیا ہے۔

مؤمن ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، پھر خوشی سے کہے گا: میں اپنے اہل کو خوشخبری دے آؤں؟ کہا جائے گا: یہیں پرسکون رہو، اب یہ تمہارا ہمیشہ کا مستقل ٹھکانہ ہے۔

منافق کو جب اس کے ساتھی دفن کر کے چلے جاتے ہیں، تو اس سے فرشتہ پوچھتا ہے: تیرا اس شخص کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ وہ کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں، میں تو وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہا کرتے تھے۔ فرشتہ کہے گا: تو نے کچھ نہ جانا، اب ذرا اپنا وہ ٹھکانہ دیکھ لے جو پہلے تیرے لئے جنت میں تیار کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے جہنم کا ٹھکانہ تیار کر دیا ہے۔]

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے (اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابی اس قسم کی خبر اپنے رائے سے نہیں دے سکتا لہذا وہ حدیث جو صحابی پر موقوف ہو لیکن مضمونِ حدیث ایسا ہو جس میں ذاتی رائے کی گنجائش نہ ہو تو اسے علماء نے مرفوع کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ ہو الفیۃ الحدیث للامام العراقی وغیرہ)

امام مسلم نے اپنی صحیح (۵۸۸) میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے: [إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع ، يقول :اللهم إني اعوذبك من عذاب جهنم ، ومن عذاب القبر ، ومن فتنة المحيا والممات ، ومن شر فتنة المسيح الدجال]

ترجمہ: [جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں تشہد پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی چار چیزوں سے پناہ طلب کرے، یوں کہے: اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور قبر کے عذاب سے بھی، اور زندگی اور موت کے فتنہ سے بھی، اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے بھی (تیری پناہ میں آتا ہوں)]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صحیح بخاری (۱۳۷۷) میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال :[کان رسول اللہ ﷺ یدعو : اللھم إنی اعوذبک من عذاب القبر، ومن عذاب النار، ومن فتنۃ المحیا والممات، ومن فتنۃ المسیح الدجال]

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: [رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ میں عذابِ قبر سے، عذاب جہنم سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں]

یہ تین امور، جن کی بابت قبر میں سوال کیا جائے گا، (یعنی: من ربک ؟ ما دینک ؟من نبیک؟) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں اکٹھے ذکر ہوئے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم (۵٦) میں ہے، عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا ، وبالاسلام دینا، وبمحمد رسولا]

یعنی: [اس شخص نے ایمان کی حلاوت چکھ لی جو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی ہوگیا]

انہی تین امور کا صبح وشام کے اذکار میں بھی ذکر ہے، اس کے علاوہ اذان کی دعا میں بھی یہ تینوں امور مذکور ہیں۔ (اس سے شریعت کی یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے، کہ چونکہ یہ تینوں سوال قبر میں پوچھے جائیں گے، اور قبر قیامت کی پہلی گھاٹی ہے، لہذا بندہ ہر روز بار بار ان تینوں امور کو دہراتا رہے، چنانچہ صبح وشام کے اذکار میں، اور پنج وقتہ نمازوں کی اذانوں کے جواب میں یہ تینوں چیزیں یعنی: اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان اور دین اسلام کا اقرار، شامل رکھی گئیں، ہم صحیح فہم کے ساتھ یہ دعائیں پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ امتحانِ قبر میں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرمائے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ایک انتہائی نفیس رسالہ بنام ''الاصول الثلاثة وادلتها '' تألیف فرمایا ہے، اس رسالہ کی بنیاد یہی تین امور ہیں۔ چنانچہ اصولِ ثلاثہ سے ان کی مراد یہی تین چیزیں ہیں: معرفتِ رب،، معرفتِ دین، اور معرفتِ نبی ﷺ۔ یہ رسالہ ہر شخص اور ہر طالب علم کی ضرورت ہے، کوئی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

فرشتوں پر ایمان کی حقیقت

۲۵۔" وأن على العباد حفظة يكتبون أعمالهم، ولا يسقط شيء من ذلك عن علم ربهم، وأن ملك الموت يقبض الأرواح بإذن ربه."

ترجمہ: ''بندوں پر نگران فرشتے مقرر ہیں، جو ان کے اعمال لکھتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علم سے بھی کوئی عمل ساقط نہیں ہوتا (خواہ فرشتے لکھیں یا نہ) اور ملک الموت فرشتہ اللہ کے اذن سے روحیں قبض کرتا ہے۔''

شرح

ایمان کے چھ اصولوں میں سے ایک اصل فرشتوں پر ایمان لانا ہے، یہ چھ اصول حدیثِ جبریل میں مذکور ہیں:

[أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره]

ترجمہ: [یہ کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، اور تقدیر پر خواہ اچھی ہو یا بُری]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اس کی دلیل، صحیح مسلم (۲۹۹۶) میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خلقت الملائكة من نور ، وخلق الجان من مارج من نار ، وخلق آدم مما وصف لكم]

یعنی: [فرشتوں کو نور سے، اور جنوں کو آگ کے بہت بھڑکنے والے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے، جبکہ آدم کو جس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ تمہیں بتادی گئی ہے (یعنی مٹی)۔]

فرشتوں کے پر بھی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

ترجمہ: ''اس اللہ کیلئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو، تین تین، چار چار، پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے، مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے''

جبریل امین کے چھ سو پر ہیں۔ (صحیح بخاری (۳۲۳۲) اور صحیح مسلم (۲۸۰)

فرشتے، انسانوں کے پاس اپنی اس ہیئت یا شکل میں نہیں آتے جن پر انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، بلکہ دیگر شکلوں میں آتے ہیں، جیسا کہ جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک غیر معروف آدمی کی شکل میں آنا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث جبریل، جو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے، اور یہ صحیح مسلم میں کتاب الایمان کی پہلی حدیث ہے۔

اسی طرح جبریل علیہ السلام، دحیہ بن خلیفہ الکلبی کی شکل میں بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے، مریم علیھا السلام کے پاس بھی بصورتِ بشر آئے۔ ملائکہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی انسانی شکل میں آئے تھے، جیسا کہ اللہ عز وجل کے اس فرمان میں ہے:

﴿ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴾ (الحجر:٥١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: ''انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا (بھی) حال سنادو''

نیز فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ (الذاریات:۲۴)

ترجمہ: ''کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟''

فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جسے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ''البیت المعمور'' جو ساتویں آسمان میں فرشتوں کی مسجد ہے میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اور جو فرشتہ ایک بار داخل ہو جاتا ہے دوبارہ نہیں لوٹ پاتا۔ (صحیح بخاری (۳۲۰۷) اور صحیح مسلم (۲۵۹)

فرشتوں کی کثرتِ تعداد کی ایک اور دلیل، صحیح مسلم (۲۸۴۲) کی یہ حدیث ہے:

عن عبد الله ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: [يؤتى بجهنم يومئذ لها سبعون ألف زمام مع كل زمام سبعون ألف ملك يجرونها]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [قیامت کے دن جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ وہ ستر ہزار لگاموں میں جکڑی ہوگی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی ہوگی، جو اسے کھینچ کر لائیں گے۔] (صرف ان فرشتوں کی تعداد چار ارب نوے کروڑ بنتی ہے)

فرشتوں میں سے کچھ تو وحی پہنچانے پر مأمور ہیں، کچھ بارش برسانے پر، کچھ موت پر، کچھ عورتوں کے ارحام پر، کچھ بندوں کی حفاظت پر، کچھ جنت پر، کچھ جہنم پر، اور کچھ ان کے علاوہ دیگر ڈیوٹیوں پر مقرر ہیں۔ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے امر پر سر جھکانے والے اور فوری اطاعت کرنے والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کسی امر کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ انجام دیتے ہیں جن کا انہیں پروردگار کی طرف سے حکم ملتا ہے، قرآن وحدیث میں فرشتوں کی بابت جو خبریں وارد ہوئی ہیں، ان پر ایمان لانا اور مکمل تصدیق کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۲) ملائکہ کی ایک بڑی تعداد کو، انسانوں کی حفاظت اور ان کے اعمال کی کتابت کی ڈیوٹی سونپی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ . كِرَامًا كَاتِبِيْنَ . يَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''یقیناً تم پر نگہبان عزت والے۔ لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں'' (الانفطار:۱۰تا۱۲)

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. مَايَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّالَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ (ق:۱۶تا۱۸)

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں، جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، انسان منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے''

وہ فرشتے جنہیں بندوں کے اعمال کی کتابت کی ڈیوٹی سونپی گئی ہے، وہ بندوں کے تمام اعمال واقوال لکھ لیتے ہیں، حتی کہ بندے اگر کسی نیکی یا بدی کا ارادہ کریں تو وہ بھی نوٹ کر لیتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری (۷۵۰۱) اور صحیح مسلم (۲۰۳) میں ہے:

عن ابی هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال:[يقول الله :إذا اراد عبدى ان يعمل سيئة فلا تكتبوها عليه حتى يعملها ، فإن عملها فاكتبوها بمثلها ، وإن تركها من أجلى فاكتبوها له حسنة، وإن اراد أن يعمل حسنة فلم يعملها فاكتبوها لها حسنة ،فإن عملها فاكتبوها له بعشر أمثالها إلى سبعمأة]

ترجمہ: ابوھریرۃ ﷺ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [جب میرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس وقت تک نہ لکھو جب تک کر نہ لے اور جب کر لے تو ایک ہی گناہ لکھو، اور اگر اسے میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھ دو۔ اور جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرلے، تو اگر وہ نیکی نہ کر سکا تو بھی اس کیلئے ایک نیکی لکھ دو، اور اگر اس نے وہ نیکی کر لی، تو اسے دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بڑھا کر لکھ دو۔]

اور جہاں تک فرشتوں کو انسانوں کی حفاظت کی ڈیوٹی سونپنے کا تعلق ہے، تو یہ ان امور سے حفاظت ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا اور حکم فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾

ترجمہ: ''اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں'' (الرعد:۱۱)

واضح ہو کہ بندوں کے اعمال واقوال، فرشتے لکھیں یا نہ لکھیں، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، (یعنی اللہ تعالیٰ اعمال واقوال کے علم کیلئے ملائکہ کی کتابت کا محتاج نہیں ہے)

اللہ رب العزت نے کتابت کا حکم اس لئے فرما رکھا ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال واقوال کا شمار واحصاء کر کے، قیامت کے دن بندوں کو آگاہ کر دیں، یوں اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا اظہار واعلان ہوگا، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے نیک اعمال سے باخبر کر دے گا (اور انہیں ان کا عظیم صلہ عطا فرمادے گا) اور بُرے اعمال کی اطلاع دے کر انہیں ان کی سزا دے گا، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾

ترجمہ: ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا'' (الزلزال:۷...۸)

گناہوں میں سے شرک کی سزا تو لازمی ملے گی، دیگر گناہوں کی سزا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تحت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرما دے'' (النساء:۴۸)

(۳) ملائکہ پر ایمان لانے میں، ان ملائکہ پر ایمان لانا بھی شامل ہے، جنہیں موت (قبضِ ارواح) کی ڈیوٹی سونپی گئی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ''اَلتَّوَفِّی'' یعنی موت دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور ملائکہ کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (الزمر:۴۲)

ترجمہ: ''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے''

ملائکہ کی طرف موت دینے کی نسبت اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے:

﴿ حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ (الانعام:۶۱)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قبض کر لیتے ہیں، اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے''

جب کہ ایک مقام پر ملک الموت کی طرف بھی موت دینے کی نسبت مذکور ہے:

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾

ترجمہ: ''کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے" (السجدۃ:11)

واضح ہو کہ موت دینے سے متعلق، ان تین مختلف نسبتوں میں کوئی منافات یا تعارض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف موت دینے کی نسبت اس لئے ہے کہ وہ موت کا حکم اور فیصلہ فرمانے والا ہے، وہی موت کا مقدِر و موجد ہے، اور ملک الموت کی طرف اس لئے نسبت ہے کہ وہ مباشرۃً (یعنی اپنے ہاتھوں سے) روح قبض کرتا ہے، جبکہ ملائکہ کی طرف موت دینے کی نسبت اس لئے وارد ہوئی ہے کہ وہ ملک الموت سے، جب وہ روح قبض کر لیتا ہے، لے لیتے ہیں (اور اسے اس کے اصل ٹھکانے تک پہنچا دیتے ہیں)

ان تمام امور کا بیان مسند احمد کی ایک حدیث (۱۸۵۳۴) میں وارد ہے، جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[بندۂ مؤمن پر جب دنیا سے قطعِ تعلق اور آخرت کے سفر پر روانگی کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہرہ فرشتے نازل ہوتے ہیں، شدید روشنی کی وجہ سے ان کے چہرے سورج معلوم ہوتے ہیں ان کے ساتھ جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، وہ اس بندے سے نگاہ بھر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آجاتا ہے، اور اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: اے نفسِ طیبہ اپنے پروردگار کی مغفرت اور رضاء کی طرف نکل جا۔ اس کی روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتے ہوئے نکل جاتا ہے۔ ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جونہی پکڑتا ہے وہ فرشتے فوراً پہنچ جاتے ہیں اور پلک جھپکنے کے اندر ہی ملک الموت سے اس روح کو لے لیتے ہیں، اور اسے جنت کا کفن پہنا کر خوشبوؤں سے معطر کر دیتے ہیں، چنانچہ اس روح سے روئے زمین پر پائی جانے والی سب سے عمدہ خوشبو کے بھپکے نکلتے رہتے ہیں....

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا) کافر پر جب دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے سفر پہ روانگی کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اپنے ہاتھوں میں ٹاٹ لئے اترتے ہیں، اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے نگاہ بھر کی دوری پہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت فرشتہ اترتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: اے نفسِ خبیثہ! تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل جا، پھر وہ اس کے جسم سے روح کو اس طرح نکالتا ہے جیسے بھیگی ہوئی اون سے لوہے کی سیخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔

جب ملک الموت اس کی روح نکال لیتا ہے، وہ فرشتے پلک جھپکنے کے اندر اس روح کو لے لیتے ہیں اور اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں، اور اس میں سے روئے زمین پر موجود سب سے بدبودار مردار کی بدبو کے بھبکے پھوٹتے ہیں۔

صحابۂ کرام کا بیان

۲۶۔" وأن خير القرون القرن الذين رأوا رسول الله ﷺ وآمنوا به، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، وأفضل الصحابة الخلفاء الراشدون المهديون؛ أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم أجمعين.

وأن لا يذكر أحد من صحابة الرسول ﷺ إلا بأحسن ذكر، والإمساك عما شجر بينهم، وأنهم أحق الناس أن يلتمس لهم أحسن المخارج ، ويظن بهم احسن المذاهب"

ترجمہ:"اور بے شک سب سے بہترین زمانہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے بحالتِ ایمان رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، پھر ان لوگوں کا جو صحابہ کے بعد آئے، پھر ان کے بعد آنے والوں کا۔ صحابہ کرام میں سے سب سے افضل خلفاءِ راشدین ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں، وہ ابوبکر صدیق پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔"

ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کو اچھے ذکر سے یاد کیا جائے، ان کے آپس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے مشاجرات واختلافات کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے، وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ (ان کے مشاجرات میں) ان کیلئے بہتر مخرج تلاش کیا جائے، اور ان کے بارہ میں سب سے اچھا گمان قائم کیا جائے۔

شرح

(یہاں بہت سے مسائل مذکور ہیں)

(۱) سب سے پہلے صحابی کی تعریف، صحابی ہر وہ شخص ہے جو ایمان کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کو ملا ہو اور اسلام ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ یہ تعریف حافظ ابنِ حجر نے اپنی کتاب ''الاصابة فی تمییز الصحابة'' کے مقدمہ (ص:۱۰) میں نقل فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: ''وأصح ما وقفت علیه من ذلک أن الصحابی من لقی النبی ﷺ مؤمنا به ومات علی الاسلام'' یعنی: میرے علم کے مطابق صحابی کی سب سے صحیح تعریف یہ ہے کہ جو نبی ﷺ پر ایمان کے ساتھ، نبی ﷺ کو ملا ہو اور اسلام ہی پر فوت ہوا ہو۔

حافظ ابنِ حجر (ص:۱۲) میں مزید فرماتے ہیں: ''یہ تعریف محققین مثلاً: امام بخاری اور ان کے شیخ امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع، کے نزدیک سب سے اصح اور پسندیدہ قرار پائی ہے۔

حافظ ابنِ حجر، اس تعریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تعریف میں ''نبی ﷺ سے ملنے'' کی جو قید ہے اس میں ہر وہ صحابی داخل ہے جسے نبی ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، خواہ صحبت طویل رہی یا مختصر، خواہ آپ ﷺ سے حدیث روایت کی یا نہ، اور خواہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی غزوہ کیا یا نہ۔ اسی طرح یہ تعریف اس صحابی کو بھی شامل ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، خواہ مجالست کا شرف نہ ملا ہو۔ اسی طرح یہ تعریف اس صحابی کو بھی شامل ہے جس نے کسی عارضے کی وجہ سے نبی ﷺ کو نہ دیکھا ہو، مثلاً: اندھا پن وغیرہ۔

''بحالتِ ایمان'' دیکھنے کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے آپ ﷺ کو بحالتِ کفر دیکھا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خواہ بعد میں اسلام قبول کر لیا ہو، بشرطیکہ دوبارہ آپ ﷺ سے نہ ملا ہو۔

"نبی ﷺ پر ایمان" کی قید سے وہ شخص خارج ہو گیا جو کسی اور پر ایمان رکھتا ہو، مثلاً: وہ مؤمن اہلِ کتاب جو بعثت سے قبل آپ ﷺ سے ملے تھے۔ البتہ وہ اہلِ کتاب جنہوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اس بات پر ایمان واقرار کا اظہار کیا کہ عنقریب آپ ﷺ کی بعثت ہونے والی ہے، ان پر صحابیت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں، اس بارہ میں علماء کی دونوں رائیں ملتی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں راھب بحیرا، اور اس جیسے دیگر لوگ شامل ہیں۔

آپ ﷺ پر ایمان لانے کی قید میں ہر مکلف داخل ہے، خواہ وہ انسان ہو یا جن۔

"اسلام پر فوت ہونے" کی قید سے وہ لوگ زمرۂ صحابیت سے خارج ہو گئے جنہوں نے بحالتِ ایمان آپ ﷺ سے ملاقات تو کی، لیکن مرتد ہو کر مرے (والعیاذ باللہ)

اس زمرہ میں بہت تھوڑے لوگوں کا نام آتا ہے، ان میں سے ایک عبیداللہ بن جحش ہے، جو امِ حبیبۃ کا شوہر تھا، یہ شخص اُمِ حبیبۃ کے ساتھ ہی اسلام لایا تھا، بلکہ حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی، لیکن بعد میں نصرانی ہو گیا اور نصرانیت پر ہی مر گیا۔

دوسرا نام عبداللہ بن خطل کا ہے، جسے فتح مکہ کے موقعہ پر جبکہ وہ غلافِ کعبہ سے لٹکا ہوا تھا (نبی ﷺ کے حکم پر) قتل کر دیا گیا تھا۔

ایک اور نام ربیعہ بن امیہ بن خلف کا ہے، میں اس کا تفصیلی ذکر اپنی کتاب "الاصـــابة" کی چوتھی قسم، "حرف الراء" میں کرونگا۔

اس قید، یعنی "اسلام پر فوت ہوا ہو"، کے تحت وہ شخص بھی زمرۂ صحابیت میں داخل ہوگا جو نبی ﷺ پر ایمان لا کر مرتد ہو گیا، لیکن موت سے قبل دوبارہ اسلام قبول کر لیا، خواہ دوبارہ اسلام قبول کرنے کے بعد نبی ﷺ سے ملا ہو یا نہ۔ یہی بات صحیح اور معتمد ہے۔

اس میں پہلی شق یعنی دوبارہ اسلام قبول کرنے کے بعد نبی ﷺ سے ملا ہو، کی صورت میں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے صحابی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن دوسری شق یعنی دوبارہ ملاقات نہ ہونے کی صورت میں بعض لوگوں نے اس کے صحابی ہونے کو تسلیم نہیں کیا، لیکن یہ احتمال مردود ہے؛ کیونکہ تمام اہل الحدیث کا اشعث بن قیس کو صحابہ کی فہرست میں شامل کرنے پر اور اس کی احادیث کو اپنی صحاح ومسانید میں روایت کرنے پر اجماع ہے، حالانکہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا، پھر دوبارہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام قبول کیا تھا۔

ابن ابی زید (مؤلف) کا یہ فرمانا: ''اور بے شک سب سے بہترین زمانہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے بحالتِ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا'' اس قول کے بالکل مطابق اور موافق ہے جو حافظ ابن حجر نے امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت، دونوں چیزوں سے مشرف ہو گیا، اسے شرفِ صحابیت حاصل ہو گیا۔ یہ بات اِس دور کی پیداوار، مبتدع شخص (مالکی) کے قول کے خلاف ہے، جس کا ذکر حوضِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث میں گزر چکا ہے۔ جس کذب اور بہتان پر مبنی یہ زعمِ باطل ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لانے والے اور ہجرت کرنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نہیں ہیں، بلکہ ان کی صحبت کفار ومنافقین کی صحبت کی مانند ہے، میں نے اس ظالمانہ زعم کا بطلان اپنی کتاب ''الانتصار للصحابة الاخیار فی رد أباطیل حسن المالکی'' میں بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے۔

فضائلِ صحابہ کتاب وسنت سے

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، اس امت کے سب سے بہترین انسان ہیں، اور یہ امت، سابقہ تمام امتوں سے افضل ہے۔ صحابۂ کرام کے بعد، تابعین اور ان کے بعد، تبع تابعین کا درجہ اور مقام ہے، قرآن وحدیث میں صحابۂ کرام کی فضیلت وذہانت کا جابجا تذکرہ موجود ہے۔

قرآنِ حکیم کی چند آیات ملاحظہ ہوں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے''

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾ إلى قوله ﴿ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع، اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے''

نیز فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ﴾ (الحدید:۱۰)

ترجمہ: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے“

نیز فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ ا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر:۸تا۱۰)

ترجمہ: ”(فئی کا مال) ان فقراء مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز ہیں۔ اور (ان کیلئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔ اور ان کے لئے بھی جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، کہ جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کے واسطے ہمارے دلوں میں کینہ (بغض) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے“

اب چند احادیث جو صحابۂ کرام کی فضیلت پر مشتمل ہیں پیش کی جاتی ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:[خير الناس قرني ،ثم الذين يلونهم ،ثم الذين يلونهم] یعنی:[سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو اِن کے بعد آئیں گے، پھر وہ جواُن کے بعد آئیں گے](صحیح بخاری(۳۶۵۱)اور صحیح مسلم)

یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے،اور الفاظ صحیح بخاری کے ہیں جبکہ بخاری ومسلم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

[خير أمتي قرني ،ثم الذين يلونهم ،ثم الذين يلونهم ، قال عمران :فلاأدري أذكر بعد قرنه قرنين أو ثلاثة]

یعنی:[میری امت میں سب سے بہترین لوگ میرے دور کے ہیں، پھر وہ جو اِن کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جواُن کے بعد آئیں گے۔عمران فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے بعد دو زمانے ذکر فرمائے یا تین]

اس حدیث کے الفاظ بھی صحیح بخاری (۳۶۵۰) سے نقل کئے گئے ہیں۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[يأتي على الناس زمان، يغزو فئام من الناس، فيقال لهم: فيكم من رأى رسول الله ﷺ ؟ فيقولون : نعم! فيفتح لهم، ثم يغزو فئام من الناس ، فيقال لهم: فيكم من رأى من صحب رسول الله ﷺ ؟فيقولون :نعم ! فيفتح لهم،ثم يغزو فئام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من رأى من صحب من صحب رسول الله ﷺ ؟فيقولون :نعم! فيفتح لهم]

ترجمہ:[(عنقریب)ایک دور آنے والا ہے،لوگوں کی ایک جماعت غزوہ کرے گی،ان سے کہا جائے گا:کیا تمہارے بیچ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو؟وہ کہیں گے: جی ہاں۔تو انہیں فتح عطا فرمادی جائے گی۔پھر لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی،ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے اندر ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں۔ انہیں بھی فتح دے دی جائے گی۔ پھر لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے بیچ ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھیوں کو دیکھا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں۔ تو انہیں بھی فتحیاب کردیا جائے گا]

(صحیح بخاری (۳۶۴۹) صحیح مسلم (۲۵۳۲) یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

رسول اللہ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے: [لا تسبوا اصحابی، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه]

ترجمہ: [میرے صحابہ پر گالی گلوچ یا طعنہ زنی نہ کرو، تم میں سے کوئی شخص، اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو ان کے پاؤ بھر خرچ کی ہوئی کھجوروں کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا]

(صحیح بخاری (۳۶۷۳) صحیح مسلم (۲۵۴۱) بروایت: ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[النجوم أمنة للسماء، فإذا ذهبت أتى السماء ما توعد، وأنا أمنة لأصحابي، فإذا ذهبت أتى أصحابي ما يوعدون، وأصحابي أمنة لأمتي، فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي مايوعدون]

ترجمہ: [ستارے آسمان کی امان ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آجائے گی، جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی وہ ٹوٹ پھوٹ جو قیامت کے وقوع کے موقع پر ہوگی)۔

اور میں اپنے اصحاب کی امان ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ کو (وہ فتنے) لاحق ہونگے، جن کا وعدہ کیا گیا ہے، اور میرے صحابہ، میری امت کے امان ہیں، جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت اُن فتنوں میں گھر جائے گی، جن کا وعدہ کیا گیا ہے]

(صحیح مسلم (۲۵۳۱) بروایت: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۳) اصحابِ رسول ﷺ میں سب سے افضل، خلفاءِ راشدین ہیں، جو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہیں، وہ: ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے وہی ان کے شان ومرتبہ کی ترتیب ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری (۳۶۷۱) کی حدیث ہے، جو محمد بن الحنفیہ، جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، سے مروی ہے۔

محمد کہتے ہیں: [میں نے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے اس ڈر سے کہ آگے عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، کہا: پھر آپ؟ فرمایا: میں تو مسلمانوں میں ایک عام سا شخص ہوں]

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جو شعیب الأرنؤوط اور عادل مرشد کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے کے (رقم: ۸۳۵) میں روایت لائے ہیں:

ترجمہ: [ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل بن ابراہیم نے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی منصور بن عبدالرحمٰن الغدانی الاشل نے، انہوں نے شعبی سے سنا، وہ فرماتے ہیں: ہمیں ابوجحیفہ، جنہیں علی رضی اللہ عنہ "وہب الخیر" کا نام دیا کرتے تھے، نے حدیث بیان کی، فرماتے ہیں: مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابوجحیفہ کیا تمہیں بتاؤں کہ اس امت میں نبی ﷺ کے بعد، سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ (ابوجحیفہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں علی رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں تھا) لیکن انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ کے بعد، اس امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان دونوں کے بعد ایک تیسری شخصیت ہے، جس کا انہوں نے نام نہیں بتایا] (اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کے راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں، علاوہ منصور بن عبدالرحمٰن کے کہ وہ صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر جو ابوجحیفہ سے مروی ہے، مسند احمد میں بھی وارد ہے، اور ان کے بیٹے عبداللہ کی زوائد میں بھی صحیح یا حسن اسناد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ساتھ وارد ہے، جن کے ارقام (۳۸۳۳تا۳۸۲۷) ہیں، نیز (۸۷۱) بھی ہے۔

صحیح بخاری (۳۶۵۵) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: [ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابہ کے درمیان از روئے مرتبہ، درجہ بندی کرتے تھے، چنانچہ ہم سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔]

حافظ ابن حجر نے "تقریب التھذیب" میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھا ہے: علی رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان، چالیس ہجری میں فوت ہوئے، اور اس وقت وہ زمین پر موجود تمام زندہ افراد میں سب سے افضل تھے، اس پر تمام اہل السنہ کا اجماع ہے۔

خلفاءِ راشدین اوران کی خلافت کی فضیلت میں، عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک وارد ہے:

[...فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الامور، فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة]

ترجمہ: [...میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، اس وقت تم میری سنت کو لازم پکڑ لینا، نیز خلفاءِ راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو بھی، اسے مضبوطی سے تھام لینا، بلکہ اپنی داڑھوں میں دبالینا، اور نئے نئے امور سے بچنا، ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے] (ابوداؤد (۴۶۰۷) ترمذی (۲۶۷۶) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہاہے)

نیز خلفاءِ راشدین اوران کی خلافت کی فضیلت، سفینہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، کی حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے، ارشادِ گرامی ہے: [خلافة النبوة ثلاثون سنة، ثم يؤتي الله الملك أو ملكه من يشاء] یعنی: [خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت تیس سال ہے، اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بعد اللہ تعالیٰ بادشاہت یا اپنی بادشاہت، جسے چاہے گا عطا فرمادے گا](سنن ابی داؤد (۴۶۴۶) وغیرہ۔ یہ حدیث صحیح ہے، اسے شیخ البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (۴۶۰) میں ذکر کیا ہے اور نو علماء سے اس کی تصحیح نقل فرمائی ہے)

(۴) رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ عادل ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے، ان کی ثناء بیان کی ہے، اس عظیم الشان تعدیل کے بعد وہ کسی معدِّل کی تعدیل، اور کسی موثق کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں، اسی لئے علماءِ سلف اپنی کتب تراجم میں جب کسی صحابی کا ترجمہ لکھتے ہیں تو صرف صحابی کہنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، دیگر رجال کی طرح ان کی توثیق کے اقوال نقل نہیں کرتے (کیونکہ ان کی ثقاہت وعدالت کتاب وسنت کے نصوص سے مسلّم ہے)

حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب "التمھید" (۲۲/۴۷) میں فرماتے ہیں:

"تابعی، جب رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے حدیث روایت کرتا ہے تو اس حدیث پر وجوبِ عمل کیلئے، اس صحابی کا نام لے یا نہ لے، کوئی فرق نہیں پڑتا؛ کیونکہ تمام صحابہ عادل، ثقہ، ثبت اور انتہائی پسندیدہ ہیں، تمام علماءِ اہلحدیث اس بات پر متفق ومجتمع ہیں"

امام قرطبی، اپنی تفسیر (۲۹۹/۱۶) میں فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرام، سب کے سب عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اولیاء واصفیاء ہیں، انبیاء ورسل کے بعد تمام خلق میں سب سے افضل ہیں۔ یہی اہل السنۃ کا مذہب ہے، اور اس امت کے أئمہ کا قول بھی۔ ایک چھوٹی سی جماعت، جو قطعاً کسی پرواہ کئے جانے کے قابل نہیں ہے کا خیال ہے کہ صحابۂ کرام کا حال بھی عام انسانوں جیسا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی عدالت کی چھان بین کی ضرورت ہے"

حافظ ابن حجر "الاصابۃ" (۱۷/۱) میں فرماتے ہیں:

"تمام اہل السنۃ، تمام صحابۂ کرام کے عادل ہونے پر متفق ہیں، اس اجماع کی مخالفت صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک چھوٹے سے بدعتی ٹولے نے کی ہے "

امام سیوطی نے "تدریب الراوی" (۴۰۰) میں اس بدعتی ٹولے کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ معتزلہ ہیں جن کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے والوں کے علاوہ تمام صحابہ عدول ہیں

شیخ ابن الصلاح "علوم الحدیث" (۲۶۴) میں فرماتے ہیں: "صحابہ کرام کو ایک خصوصی اور امتیازی شرف حاصل ہے، اور وہ یہ کہ کسی صحابی کی عدالت کا سوال نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ ان کی عدالت ایک طے شدہ حقیقت ہے؛ کیونکہ کتاب وسنت کے نصوص اور اجماع معتد بہ سے، علی الاطلاق ان کی عدالت ثابت ہے۔

شیخ ابن الصلاح (ص: ۲۶۵) میں مزید فرماتے ہیں: پھر تمام امت، تمام صحابہ کو عادل قرار دینے میں متفق ہے، حتی کہ ان صحابہ کی تعدیل پر بھی جن کے فتنوں میں شامل ہونے کی نقول ملتی ہیں، اس پر ان علماءِ کرام کا اجماع ہے جن کے اجماع کو معتد بہ سمجھا جاتا ہے۔ صحابۂ کرام کی تعدیل پر یہ اجماع ان کے ساتھ حسنِ ظن اور ان سے ثابت شدہ مآثر ومناقب کی بناء پر ہے، گویا تعدیل صحابہ پر اجماع، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امرِ مقدر ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام شریعت کے ناقلینِ اولین ہیں۔ " (واللہ اعلم)

امام نووی صحیح مسلم کی شرح (۱۵/۱۴۹) میں فرماتے ہیں:

" اسی لئے تمام اہلِ حق اور وہ أئمہ جن کا اجماع معتد بہ مانا جاتا ہے، صحابۂ کرام کی شہادات، روایات اور کمالِ عدالت پر متفق ہیں "

خطیب بغدادی "الکفایة" (ص: ۴۶) میں فرماتے ہیں:

" ہر وہ حدیث جس کی سند راوی سے لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو، اس پر اس وقت تک عمل واجب نہیں ہوتا جب تک اس کے تمام راویوں کی عدالت ثابت نہ ہو جائے، چنانچہ اس صحابی کے علاوہ جو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل فرما رہا ہے، تمام رجالِ حدیث کے احوال کی چھان بین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ضروری ہے، صحابہ کے احوال کی چھان بین کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ ان سب کی عدالت اللہ تعالیٰ کی تعدیل سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طہارت کی خبر دیتا ہے، اور انہیں پسندیدہ جماعت قرار دیتا ہے۔'' (اس کے بعد خطیب بغدادی نے متعلقہ آیات واحادیث نقل فرمائیں)

عدالتِ صحابہ کا نکتہ اس بات سے مزید واضح ہوتا ہے کہ تمام کتب حدیث، خواہ وہ صحیح ہوں یا جامع یا سنن یا مسند یا معجم، ایسی روایات پر بھی مشتمل ہیں جنہیں روایت کرنے والے صحابی کا نام مبہم ہے، اہل السنۃ کے نزدیک یہ روایات بھی صحیح اور حجت ہیں (بشرطیکہ ان تک پہنچنے والی سند صحیح ہو) ان روایات میں صحابی کے نام کا مذکور نہ ہونا قطعاً نقصان دہ نہیں ہے؛ کیونکہ مجہول الاسم صحابی، بحکمِ معلوم الاسم ہے۔

واضح ہو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عدالتِ صحابہ کی بابت قول کا معنی یہ نہیں ہے کہ صحابۂ کرام معصوم ہیں؛ کیونکہ اہل السنۃ کے نزدیک عصمت صرف انبیاء ومرسلین کے ساتھ خاص ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''العقیدۃ الواسطیۃ'' (ص:۲۸) میں فرماتے ہیں:

'' اہل السنۃ والجماعۃ (جو عدالتِ صحابہ پر متفق ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ) یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صحابۂ کرام کبائر وصغائر سے معصوم تھے، ان سے فی الجملۃ گناہوں کا ارتکاب ممکن ہے، لیکن ان کے سوابق وفضائل ان کیلئے موجبِ مغفرت ہیں، انہیں گناہوں کی بخشش کے تعلق سے جو مواقع میسر ہیں، وہ بعد میں آنے والوں کیلئے ممکن نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ان کا خیر القرون ہونا ثابت ہے، ان کا مٹھی بھر اناج کا صدقہ، بعد میں آنے والوں کے احد پہاڑ کے برابر سونے کے صدقہ سے افضل ہے۔

پھر صحابہ کرام سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ ان کے توبہ کرنے یا کوئی نیک عمل کر لینے سے مٹ جاتا ہے، اسی طرح وہ گناہ ان کے سبقت الی الاسلام کی فضیلت کی بناء پر بخش دیا جاتا ہے، نیز وہ نبی ﷺ کی شفاعت کے ذریعے بھی اس گناہ کی بخشش کا حق رکھتے ہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شفاعت کے سب سے زیادہ مستحق صحابۂ کرام ہی ہیں، اس کے علاوہ ان کا دنیا میں کسی آزمائش میں مبتلا ہونا بھی اس گناہ کا کفارہ بن سکتا ہے۔

یہ سارا معاملہ تو ایسے امور کے ارتکاب پر ہے جن کا گناہ ہونا محقق ہے، تو پھر ایسے امور جن میں صحابۂ کرام نے اجتہاد فرمایا ہو، ان میں وہ یقینی طور پر درست اجتہاد پر دو اجروں اور غلط اجتہاد پر ایک اجر کے مستحق ہیں، اور خطا معاف ہو جاتی ہے۔

پھر صحابۂ کرام کی سیرت میں قابلِ اعتراض یا قابلِ انکار حصہ، جو بہت تھوڑے صحابہ سے منقول ہے، کی مقدار انتہائی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ وہ حصہ بھی صحابہ کرام کے فضائل اور ان کے محاسن، جن کا تعلق ایمان باللہ، ایمان بالرسول، جہاد فی سبیل اللہ، ہجرت و نصرت اور علمِ نافع و عملِ صالح کے سامنے دب کے رہ جاتا ہے۔ علم و بصیرت اور انصاف کی نظروں سے صحابۂ کرام کی سیَر و فضائل کا مطالعہ کرنے والا لامحالہ اس علمِ یقین کو پالے گا کہ صحابۂ کرام، انبیاءِ کرام کے بعد خیر الخلق اور افضل الخلق ہیں، ان جیسا نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا، امت محمدیہ ﷺ جسے خیر الامم ہونے کا شرف حاصل ہے، میں صحابۂ کرام کی حیثیت کریم کی سی ہے''

اہل السنۃ کا تعدیلِ صحابہ پر مبنی قول جس طرح کتاب و سنت کے نصوص سے منصوص و مستند ہے اسی طرح ان کے ساتھ ان کے حسنِ ظن کا مظہر بھی ہے، اور اس عظیم و مقدس جماعت کے ساتھ یہ حسنِ ظن یقیناً موجب اجر و ثواب ہے۔ جبکہ جو لوگ عدالتِ صحابہ کے قائل نہیں وہ اس مقدس جماعت کے ساتھ بدگمانی کی راہ پر قائم ہیں جو کہ گناہ کو مستوجب و مستلزم ہے۔

صحابہ کرام کے متعلق اُمت پر کیا واجب ہے

(۵) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ دوستی، محبت اور حسنِ ثناء جو ان کے شایانِ شان ہو ضروری ہے، ان کا ذکرِ خیر ہمیشہ انتہائی احسن الفاظ کے ساتھ ہو۔ امام طحاوی ''عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ'' میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"ہم اصحابِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت کرتے ہیں، ان کی محبت میں افراط وتفریط کا راستہ اختیار نہیں کرتے، نہ ہی کسی صحابی سے اظہارِ برأت کرتے ہیں، اور جو صحابہ کا بغض رکھتا ہے اور ان کا ذکرِ خیر نہیں کرتا ہے، ہم اس سے سخت بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ ہم ہمیشہ صحابۂ کرام کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے، جبکہ ان کا بغض کفر، نفاق اور طغیان (سرکشی) ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الکفایة" (ص: ۴۹) میں اپنی سند سے ابو زرعة الرازی کا یہ قول نقل فرمایا ہے: [إذا رأیت الرجل ینتقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زندیق؛ وذلک أن رسول الله ﷺ عندنا حق والقرآن حق، وإنما ادی إلینا هذا القرآن والسنن أصحاب رسول الله ﷺ، وإنما یریدون أن یجرحوا شهودنا لیبطلوا الکتاب والسنة، والجرح بهم أولی وهم زنادقة]

ترجمہ: [جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی پر طعنہ زنی کر رہا ہے، تو جان لو کہ وہ زندیق ہے؛ کیونکہ ہمارے نزدیک قرآن بھی حق ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی حق ہیں، اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہم تک پہنچانے والے صحابۂ کرام ہیں، وہ (زندیق) یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان گواہوں کو مجروح قرار دیکر قرآن وحدیث کا بطلان ثابت کردیں۔ حالانکہ وہ خود جرح کے مستحق ہیں اور زندیق ہیں]

امام بغوی "شرح السنة" (۲۲۹/۱) میں فرماتے ہیں کہ امام مالک کا قول ہے:

"من یبغض أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ وکان فی قلبه علیه غل فلیس له حق فی فیئ المسلمین"

ترجمہ: "جو کسی صحابی کا بغض رکھے اور اس کے دل میں خیانت بھی ہو تو اس کا مسلمانوں کے مالِ فیٔ میں کوئی حصہ نہیں" (مالِ فیٔ کفار کا وہ مال ہے جو قتال کے بغیر حاصل ہو جائے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام مالک اپنے اس قول پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا کرتے تھے:

﴿ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی ﴾ الی قوله ﴿ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ...الآية ﴾

ترجمہ: ''بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ (فیٔ کا مال) ان مہاجر مسکینوں کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز ہیں۔ اور (ان کیلئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔ اور ان کے لئے بھی جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، کہ جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کے واسطے ہمارے دلوں میں کینہ (بغض) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (الحشر: ۷تا۱۰)

امام مالک کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا، جو اصحابِ رسول ﷺ کی تنقیصِ شان کیا کرتا تھا تو امام مالک نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾ إلى قوله ﴿ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴾ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع، اور سجدے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے''

پھر فرمایا: جس شخص کے دل میں اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی ایک کا بغض یا حقد ہوگا، اس پر یہ آیت کریمہ (مذکورہ آیت) پوری طرح چسپاں ہوگی۔ ''

امام احمد بن حنبل ''کتاب السنۃ'' میں فرماتے ہیں:

''ومن السنة ذكر محاسن أصحاب رسول الله ﷺ كلهم أجمعين، والكف عن الذي جرى بينهم، فمن سب أصحاب رسول الله ﷺ أو واحدا منهم فهو مبتدع رافضي، حبهم سنة، والدعاء لهم قربة، والاقتداء بهم وسيلة، والأخذ بآثارهم فضيلة''

ترجمہ: ''بلا استثناء تمام صحابۂ کرام کے محاسن کا ذکر کرنا سنت ہے، ان کے مابین رونما ہونے والے بعض مشاجرات وتنازعات سے پہلوتہی ضروری ہے، جو شخص اصحاب رسول ﷺ کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دیتا ہے وہ بدعتی اور رافضی ہے، ان کی محبت سنت ہے، ان کیلئے دعا قربت الٰہی ہے، ان کی اقتداء ذریعۂ نجات ہے اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی موجب فضیلت ہے''

امام احمد بن حنبل مزید فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اصحاب رسول ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرے، یا کسی صحابی پر طعنہ زنی کرے، اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو حاکم وقت پر اُسے سزا دینا ضروری ہو جائے گا، اسے معاف کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہوگا کہ اسے سزا دے، اس کی اس حرکت پر توبہ طلب کرے، اگر توبہ کرلے تو معاف کردے، نہ کرے تو پھر سزا دے اور اس وقت تک قید خانے میں بند رکھے جب تک توبہ کرکے رجوع نہ کرلے''

ابن ابی حاتم اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' (۱/ ۷۸) میں فرماتے ہیں:

''اصحاب رسول ﷺ وہ مبارک لوگ ہیں، جنہوں نے وحی اور نزولِ قرآن کا مشاہدہ کیا، اور اس کی تفسیر کی معرفت حاصل کی، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت ونصرت نیز دین کی اقامت اور حق کے اظہار کیلئے چن لیا، نبی ﷺ کی صحبت ورفاقت کے تعلق سے وہ پسندیدہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نشانِ ہدایت اور بعد میں آنے والوں کیلئے قدوۃ اور مثال بنادیا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے وہ سارا دین جو آپ ﷺ نے ان تک پہنچایا لیکر محفوظ کرلیا، نیز جو امور آپ ﷺ نے مسنون ومشروع قرار دیئے، جو فیصلے فرمائے، جن مستحبات، مندوبات، مأمورات، منہیات اور محظورات کا ذکر فرمایا، اور جتنے بھی آداب سکھائے ان سب کو بڑی پختگی اور اتقان کے ساتھ یاد کرلیا۔

چنانچہ وہ دین کے فقیہ بن گئے اور نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کی مسلسل رفاقت اور آپ ﷺ سے تفسیر قرآن اور استنباطِ احکام کے مشاہدہ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے عالم بن گئے، جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں امت کیلئے مثال اور قدوۃ ہونے کا شرف عطا فرمادیا... (مزید فرماتے ہیں) وہ اس امت کا سرمایہ عدل، ائمہ ہدایت، دین کے دلائل وحجج اور قرآن وحدیث کے حاملین وناقلین بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا طریقہ اپنانے، ان کے منہج پر چلنے اور ان کے راستہ کو اختیار کرنے کو انتہائی ضروری قرار دے دیا، چنانچہ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: ''جو شخص باوجود راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ کو چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دینگے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے''

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے اپنا دین پہنچانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ کچھ احادیث میں دین پہنچانے پر دعا دی، جیسا کہ فرمان ہے: [نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظها و وعاها حتی یبلغها غیره]

یعنی: [اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ کر دے جو میری حدیث سنے، اسے اچھی طرح یاد کر لے اور دوسروں تک پہنچا دے]

آپ ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: [فلیبلغ الشاهد منکم الغائب] یعنی: [جس نے میرا یہ خطبہ سنا وہ ان تک پہنچا دے جو نہیں سن سکے]

ایک اور حدیث میں ارشادِ گرامی ہے:

[بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج]

یعنی: [پہنچا دو میری طرف سے خواہ ایک مسئلہ ہی کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل سے روایت بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں]

اس کے بعد صحابۂ کرام مختلف خطوں، ملکوں اور سرحدوں میں پھیل گئے، یہ پھیل جانا علاقوں کو فتح کرنے، غزوات میں شریک ہونے اور مختلف مقامات پر امارت وقضاء کا منصب سنبھالنے کی بناء پر تھا، جو صحابی جس علاقے میں گیا، اس میں نبی ﷺ سے یاد کیا ہوا تمام علم پھیلا دیا، اللہ تعالیٰ کی شریعت سے فیصلے صادر فرمائے، نبی ﷺ کے طریقہ کے مطابق امور انجام دیے، جو سوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوتے ان پر نبی ﷺ کے اس جواب کی روشنی میں فتویٰ دیتے جو آپ ﷺ نے اس مسئلہ کے نظائر پر دیا ہوتا۔ انہوں نے حسنِ نیت کے ساتھ، نیز اللہ عزوجل کے قرب کے حصول کیلئے، اپنے آپ کو لوگوں کی تعلیم وتربیت کیلئے وقف کر دیا، تاکہ انہیں فرائض، احکام، سنن اور حلال وحرام کے علم سے مالا مال کر دیں۔ تعلیم وتربیت کا یہ سلسلہ ان کی موت تک جاری رہا۔ (رضـــــــوان اللہ ومغفرته ورحمته علیهم اجمعین)

ابو عثمان الصابونی اپنی کتاب ''عقیدۃ السلف وأصحاب الحدیث'' میں فرماتے ہیں:

''(اہل السنۃ) صحابۂ کرام کے مابین ہونے والے مشاجرات اور منازعات کے حوالے سے خاموشی اور پہلوتہی اختیار کرنا ضروری سمجھتے ہیں، نیز ہر ایسی چیز کے ذکر سے اپنی زبانوں کو پاک رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں، جو کسی وجہ سے صحابۂ کرام کی شان میں کسی عیب یا نقص کو متضمن ہو (اہل السنۃ) تمام صحابۂ کرام کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضاء کی دعا، نیز تمام صحابہ سے محبت اور دوستی کو فرض قرار دیتے ہیں''

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۴/۳۶۵) میں ابو مظفر السمعانی کا یہ قول نقل کیا ہے:

'' صحابۂ کرام کی تنقیصِ شان کے درپے ہونا، اس شخص کی ذلت اور گھٹیا پن کی علامت ہے، بلکہ یہ عمل بدعت وضلالت ہے''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''العقیدة الواسطیة'' میں فرماتے ہیں:

''اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول میں یہ بات بھی شامل ہے کہ صحابہ کرام کے متعلق اپنے دلوں اور زبانوں کی حفاظت کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس سوچ کے حامل لوگوں کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: ''اور ان کے لئے بھی جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، کہ جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کے واسطے ہمارے دلوں میں کینہ (بغض) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (الحشر:١٠)

اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی یہی تقاضہ ہے چنانچہ فرمان نبوی ہے:

[لاتسبوا أصحابي ،فوالذي نفسي بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم و لانصيفه]

ترجمہ: [میرے صحابہ کو گالیاں مت دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے ایک مد یا نصف مد کے خرچ کے برابر ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا]

(شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں:) اہل السنۃ والجماعۃ روافض کے طرزِ عمل سے بری ہیں، جو کہ صحابۂ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ہیں، اسی طرح اہل السنۃ نواصب کے طرز عمل سے بھی بری ہیں جو کہ اہلِ بیت کو اپنے قول وعمل سے ایذاء پہنچاتے ہیں۔

اہل السنۃ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کرتے ہیں ان کی لغزشوں سے متعلق مروی آثار کے متعلق اہل السنۃ کا موقف یہ ہے کہ بعض آثار تو جھوٹے ہیں بعض میں کمی وبیشی کر کے حقیقت کو مسخ کر دیا گیا ہے البتہ بعض آثار صحیح ہیں۔ ایسی لغزشوں کے متعلق اہل السنۃ صحابہ کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ یہ اجتہادی غلطیاں ہیں اور مجتہد مصیب ہو سکتا ہے اور مخطیٔ بھی (اور دونوں صورتوں میں اس کیلئے اجر ہے)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیتِ کریمہ ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"یہاں اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین وانصار صحابہ سے اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہے جنہیں قبولِ اسلام میں سبقت وتقدم کا شرف حاصل ہے، نیز اُن تمام سے بھی جو بطریقِ احسن اُن کے نقشِ قدم کے پیروکار بن گئے۔ لیکن افسوس ہے اُن لوگوں پر جو تمام صحابہ یا اُن میں سے بعض کا اپنے سینوں میں بغض رکھتے ہیں، یا انہیں سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ خاص طور پہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام صحابہ کے سردار اور سب سے افضل ہستی، صدیقِ اکبر اور خلیفۂ اعظم، ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ، کہ روافض میں سے ایک انتہائی گمراہ ٹولہ ان سے عداوت قائم کیے ہوئے ہے، بلکہ ان کے دل تو تمام صحابۂ کرام کے بغض اور دشنام طرازیوں سے لبریز ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے عقول اور قلوب الٹے ہو چکے ہیں، بھلا ان لوگوں کا قرآنِ حکیم پر کیا ایمان رہا، کہ قرآن تو ان سب سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کا اعلان کرتا ہے، اور وہ ان سب کو گالیوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ لیکن اہل السنۃ کا منہج یہ ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہیں جن سے اللہ راضی ہو گیا اور ان سب کی تنقیص وتفنید کرتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے موردِ سب وشتم ٹھہرایا، ان سب سے دوستی قائم کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی دوستی قائم ہے، اور ان سب سے عداوت قائم کرتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عداوت قائم ہے۔ لہٰذا اہل السنۃ اتباع اور اقتداء کرنے والے ہیں، بدعات کا ارتکاب کرنے والے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فلاح پانے والی جماعت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ایمان والے بندے ہیں"

ابن ابی العز "العقیدۃ الطحاویہ" کی شرح (ص:۴۶۹) میں فرماتے ہیں:

"جن لوگوں کے دل افضل ترین مؤمنین اور انبیاءِ کرام کے بعد تمام اولیاء کے سرداروں کے متعلق خیانت سے بھرے ہوں، ان سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، اس حوالے سے یہود ونصاریٰ ان پر سبقت لے گئے، چنانچہ یہودیوں سے پوچھو: تمہاری ملت میں سب سے افضل کون ہے؟ وہ جواب دیں گے: اصحابِ موسیٰ علیہ السلام۔ عیسائیوں سے پوچھو: تمہاری ملت میں سب سے افضل کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے؟ جواب دیں گے: اصحابِ عیسیٰ علیہ السلام۔ اب روافض سے پوچھو: تمہاری ملت میں سب سے بدترین کون ہے؟ جواب دیتے ہیں: اصحابِ محمد ﷺ۔ وہ صحابۂ کرام میں سے بہت تھوڑی تعداد کو اپنے بغض وعداوت سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اور جنھیں اپنی ناپاک گالیوں کا نشانہ بناتے ہیں اُن میں اُن صحابہ سے کہیں افضل صحابہ موجود ہیں، جن کا استثناء کرتے ہیں''

اس بغض کا اظہار بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے درمیان پیدا ہونے والے ایک رافضی عالم، کاظم الأزری نے اپنے ایک شعر میں بھی کیا ہے، وہ کہتا ہے:

أهم خير أمة أخرجت للنا　　س هيهات ذاك بل اشقاها !!!

ترجمہ: کیا یہ صحابہ امت میں سب سے افضل ہیں؟ یہ بات انتہائی بعید اور ناممکن ہے وہ تو امت کی سب سے بد بخت جماعت ہے (والعیاذ باللہ)

مجھے اس شعر کا علم، استاد محمود الملاح کے اس نقد سے ہوا جو انہوں نے کاظم کے اس قصیدے پر وارد کیا ہے، ان کا یہ نقد ''الوزيه في القصيدة الازريه'' کے عنوان سے مطبوع ہے۔ اور مذکورہ شعر (ص:۵۱) میں مذکور ہے۔ اس شعر کا مضمون جو خبث وجفاء کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متصادم ومتضاد ہے: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

حافظ ابن حجر اپنی کتاب ''فتح الباری'' (۱۳/۳۴) میں فرماتے ہیں:

''اہل السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابۂ کرام پر، بسبب ان کے مابین قائم ہونے والی جنگوں کے، طعنہ زنی کرنے سے قطعی طور پر باز رہا جائے، اگر چہ کسی کو یہ بات معلوم بھی ہو جائے کہ ان جنگوں میں حق پر کون تھا؛ کیونکہ صحابۂ کرام نے ان جنگوں میں محض اپنے اجتہاد کی بناء پر قتال کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ اجتہاد میں خطأ کرنے والے کو معاف فرمادیتا ہے، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ اجتہاد میں مخطئ کو ایک اجر اور مصیب کو دو اجر ملتے ہیں۔''

شیخ یحییٰ بن ابی بکر العامری اپنی کتاب ''الرياض المستطابة في من له رواية في

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الصحیحین من الصحابۃ'' (ص:۳۱۱) فرماتے ہیں:

''ہر متدین اور متورع شخص کے لائق ہے کہ وہ مشاجراتِ صحابہ میں چشم پوشی سے کام لے، اور کسی صحابی سے سرزد ہونے والی خطأ کا نہ صرف یہ کہ اعتذار کرے بلکہ اس کیلئے اچھا مخرج تلاش اور بیان کرے، اور جس چیز پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو اسے تسلیم وقبول کرلے؛ کیونکہ انہیں احوال کی زیادہ آگاہی حاصل تھی، اور شخصِ حاضر کا علم ومشاہدہ، شخصِ غائب سے زیادہ ہوتا ہے۔ عارفین کا طریقہ، لوگوں کے عیوب ونقائص سے اعتذار ہے، جبکہ منافقین کا طریقہ عیوب کی تلاش اور تشہیر ہے۔ جب عام مسلمانوں کے عیوب پر پردہ پوشی ایک لازمی امر قرار پاچکی، اور یہی منہجِ اسلام ہے، تو پھر اس جماعت کے بارہ میں کیا خیال ہے جو خاتم النبیین کے اصحاب ہیں، اور جن کے حق میں یہ فرمان بھی موجود ہے: [لا تسبوا أحدا من أصحابی] یعنی: [میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ] یعنی: [آدمی کے حسنِ اسلام کی دلیل، اس کا ہر لایعنی امر کو چھوڑ دینا ہے] سلف صالحین کا یہی طریقہ ثابت ہے، اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت اور بربادی کا گڑھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسلمانوں کے حکام اور علماء کی اطاعت بھی ضروری ہے

۲۷۔ ''والطاعة لأئمة المسلمين من ولاة أمورهم وعلمائهم''

ترجمہ: ''اور (اہل السنۃ) مسلمانوں کے حکام اور علماءِ کرام کی اطاعت بھی (ضروری) قرار دیتے ہیں''

شرح

(یہاں بہت سے اہم امور کا ذکر ہے)

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (النساء:۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی''

اس آیتِ کریمہ میں ''اولی الامر'' سے مراد علماء و امراء ہیں۔ علماء کی بات سنی جائے اور جو امورِ دین وہ بیان کرتے ہیں، اُن میں ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی طرح امراء کی بات بھی سنی جائے اور ان کا جو امر اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ بنتا ہو، میں ان کی اطاعت کی جائے۔

''اولی الامر'' سے علماء و امراء دونوں مراد ہونے کو امام قرطبی اور حافظ ابنِ کثیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں راجح قرار دیا ہے، چنانچہ امام قرطبی نے اس تفسیر کو ابوھریرۃ، ابن عباس رضی اللہ عنھما اور جمہور علماء کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جابر بن عبداللہ اور مجاہد کے نزدیک ''اولی الامر'' سے مراد اہل القرآن والعلم ہیں، امام مالک کے نزدیک بھی یہی راجح ہے، ضحاک سے بھی اسی قسم کی تفسیر منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: اس سے مراد فقہاء اور علماءِ دین ہیں۔

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ، اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: علی بن ابی طلحہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے بیان فرماتے ہیں: ''اولی الامر'' سے مراد اہل الفقہ والدین ہیں۔ مجاہد، عطاء، حسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بصری اور ابوالعالیہ نے بھی ''اولی الامر'' سے علماء مراد لئے ہیں۔

علماء کی اطاعت کیلئے درج ذیل آیات سے بھی استدلال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النحل:۴۳)

ترجمہ: ''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلو''

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ﴾ (المائدۃ:۶۳)

ترجمہ: ''انہیں ان کے عابد و عالم جھوٹ باتوں کے کہنے اور حرام چیزوں کے کھانے سے کیوں نہیں روکتے''

جہاں تک امراء و حکام کی اطاعت کا تعلق ہے تو اس کے وجوب کی دلیل، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: [السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة]

ترجمہ: [ایک مسلمان پر (اپنے حاکم کی) سمع واطاعت پسندیدہ و ناپسندیدہ ہر امر میں واجب ہے، جب تک اس کا حکم معصیت پر مشتمل نہ ہو، اور اگر اس کا حکم معصیت ہو تو پھر کوئی سمع واطاعت نہیں ہے] (صحیح بخاری (۷۱۴۴) صحیح مسلم (۱۸۳۹) بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [إنما الطاعة في المعروف]

یعنی: [اطاعت تو معروف یعنی نیکی کے کاموں میں ہے] (صحیح بخاری (۷۱۴۵) اور صحیح مسلم (۱۸۴۰) بروایت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [عليك السمع والطاعة في عسرك ويسرك، ومنشطك ومكرهك وأثرة عليك]

ترجمہ: [تم پر، تنگی اور آسانی، خوشی اور ناخوشی میں اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باوجود، اپنے حاکم کی سمع واطاعت واجب ہے] (صحیح مسلم (۱۸۳۶) بروایت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)

صحیح مسلم (۱۸۳۷) میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

میرے خلیل (ﷺ) نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ [میں اپنے حاکم کی سمع واطاعت کروں، خواہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔]

سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں: "لوگ اس وقت تک خیر پر قائم رہیں گے جب تک اپنے حاکم اور علماء کی تعظیم کرتے رہیں گے، جب ان دونوں کی تعظیم کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی دنیا اور آخرت سنوار دے گا، اور جب ان دونوں کا استخفاف اور تنقیصِ شان کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی دنیا وآخرت دونوں کو بگاڑ دے گا" (تفسیر قرطبی (۲۶۰/۵))

(۲) منصب امارت یا حکومت پر فائز و متمکن ہونا، مندرجہ ذیل چار امور میں سے کسی ایک امر سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

"الف": رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نصاً کسی کے نام کا تعین ہو جائے، تو وہ شخص آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طریق سے حاصل وثابت ہوئی۔ لیکن صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، آپ کے بعد خلیفہ کے تعین کے سلسلہ میں خاص نص وارد نہیں ہے، نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے، اور نہ کسی اور کیلئے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جب ان کے مرض الموت میں، ان کے بعد خلیفہ کے تعین کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: "ان استخلف فقد أستخلف من هو خير مني: ابوبكر ، وإن أترك فقد ترك من هو خير مني :رسول الله ﷺ"

یعنی: "اگر میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کا تعین کردوں تو مجھ سے بہتر شخصیت، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تعین فرمایا تھا، اور اگر تعین نہ کروں تو مجھ سے بہتر ہستی، رسول اللہ ﷺ نے تعین نہیں فرمایا تھا۔" (صحیح بخاری (۷۲۱۸) صحیح مسلم (۱۸۲۳)) (تو گویا جناب عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صراحۃً یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ کا تعین نہیں فرمایا تھا)

لیکن رسول اللہ ﷺ سے بہت سے ایسے نصوص وارد اور ثابت ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ مثلاً: رسول اللہ ﷺ کا اپنے مرض الموت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کیلئے آگے کرنا (اور پھر نبی ﷺ جتنے دن زندہ رہے، انہی کا امامت کراتے رہنا)

اس سلسلہ میں سب سے واضح نص صحیح بخاری (٥٦٦٦) اور صحیح مسلم (٢٣٨٧) میں مروی ہے (اور یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

عن عائشة رضي الله عنها قالت :قال لي رسول الله ﷺ في مرضه :[ادعي لي ابا بكر و أخاك حتى أكتب كتابا، فإني أخاف أن يتمنى متمن ويقول قائل: أنا اولى ، ويابى الله والمؤمنون إلا ابابكر]

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں فرمایا: [ابوبکر کو، اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک خط لکھوں؛ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کوئی تمنا کرنے والا تمنا کر بیٹھے اور کہے: میں (تولیتِ امر کا) سب سے زیادہ مستحق ہوں، اللہ تعالیٰ اور تمام مؤمنین، ابوبکر صدیق کے علاوہ سب کا انکار کرتے ہیں۔]

''ب'' دوسرا طریق جس سے خلیفہ یا امیر کا تعین ہوتا ہے وہ اہلِ حل وعقد کا اتفاق ہے، اس کی دلیل، رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابۂ کرام کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ چن لینا ہے، صحابۂ کرام کا یہ اتفاق، ان دلائل اور نصوص کی بناء پر بھی تھا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُحق بالخلافۃ ہونے پر دال تھے، جن میں سے بعض نصوص کی طرف اشارہ گزر چکا۔

''ج'' تیسرا طریق یہ ہے کہ خلیفۂ وقت اپنے بعد آنے والے خلیفہ کا خود تقرر کر دے جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفہ تعین فرما دیا تھا، نیز جناب عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ اثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بھی دلیل بن سکتا ہے۔

''د'' چوتھا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص قہر وطاقت سے اقتدار پر غالب آجائے، اور اس کا معاملہ رعیت میں استقرار پکڑ لے، جیسا کہ ابو العباس السفاح نے، بنو اُمیہ سے خلافت چھین کر اقتدار پر قبضہ اور غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

یہ چاروں امور، امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں قولہ تعالیٰ ﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ کے تحت ذکر فرمائے ہیں۔

ہمارے استاد، شیخ محمد الأمین الشنقیطی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اضواء البیان'' میں اسی آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''امام قرطبی فرماتے ہیں: جس شخص میں امامت وامارت کی اہلیت وصلاحیت موجود ہو، اور وہ قہر وغلبہ سے اسے حاصل کر لے تو اسے حصولِ اقتدار کی چوتھی شکل کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔ سہل بن عبداللہ التستری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کوئی شخص امامت کا اہل ہو اور وہ ہمارے ملک کے اقتدار پر غالب آجائے تو ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ فرمایا: اسے قبول کر لو، اور وہ تم سے اپنے جس حق کا مطالبہ کرے اسے ادا کرو، اس کے کسی اچھے فعل کا انکار نہ کرو، اور نہ ہی اس سے فرار اختیار کرو، اگر وہ کسی امرِ دین کا تمہیں رازدان بنائے تو اس کا راز کبھی افشاء نہ کرو۔

ابن خویز منداد فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص، لوگوں کے مشورہ اور چناؤ کے بغیر اقتدار پر قابض ہو جائے، اور وہ اقتدار کا اہل ہو، اور لوگ اس کی بیعت کر لیں تو وہ بیعت صحیح اور مکمل شمار ہوگی (واللہ اعلم) ''

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح (۱۲/۲۳۴) میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

''أطعه في طاعة الله، واعصه في معصية الله'' یعنی: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں امیر کی اطاعت کرو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں امیر کی نافرمانی کرو'' امام نووی اس قول کے تحت فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں: یہ قول اس امیر کی اطاعت کے واجب ہونے کی بھی دلیل ہے جو کسی اتفاق یا تعین کے بغیر قہراً اقتدار پر قابض ہو جائے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۳/۱۲۲) میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص بزور طاقت، حقیقۃً، اقتدار پر غلبہ حاصل کر لے تو فتنہ کی آگ بجھانے کیلئے اس کی اطاعت واجب ہو جائے گی، بشرطیکہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے ''اعتقاد'' میں فرماتے ہیں:

''جو شخص مسلمانوں کے امام یا سربراہ پر بغاوت یا خروج اختیار کرتا ہے، حالانکہ لوگ اس کی امامت پر مجتمع ہو چکے ہیں اور اس کی خلافت کا اقرار کر چکے ہیں، وہ امامت جیسے بھی حاصل ہوئی ہو، خواہ ارباب حل وعقد کی رضا سے یا قہر وغلبہ سے، تو اس بغاوت کرنے والے نے مسلمانوں کی جماعت اور وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی، نیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت آثار واحادیث کی مخالفت کی، یہ شخص اگر اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۳/۷) میں حدیث رسول ﷺ: [جو اپنے امیر کی کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس پر صبر کرے؛ کیونکہ جو جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہو جائے پھر اسی حال میں مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی ہوگی] کے تحت فرماتے ہیں:

''ابن بطال فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر حجت ہے کہ بادشاہ، خواہ ظلم ہی کیوں نہ کرے، پر خروج ناجائز ہے، فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ زبردستی اقتدار پر غلبہ حاصل کرنے والے حاکم کی اطاعت اور اس کے ساتھ مل کر دشمن سے جہاد کرنا واجب ہے، اس کی اطاعت کرنا، اس پر بغاوت کرنے سے بہتر ہے؛ کیونکہ بغاوت میں لوگوں کے قتل وغارت گری کا بہت امکان ہوتا ہے۔ ان کی دلیل حدیث مذکور اور دیگر بہت سی احادیث ہیں۔ فقہاء نے صرف ایک ہی استثنائی صورت ذکر کی ہے، اور وہ یہ کہ بادشاہ سے کسی صریح کفر کا ارتکاب ثابت ہو جائے، ایسی صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں اس کی اطاعت جائز نہیں ہوگی، بلکہ اگر قدرت ہو تو اس کے خلاف جہاد واجب ہو جائے گا، جیسا کہ اس سے بعد والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ وہ بعد والی حدیث، عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، فرماتے ہیں: [ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنے دلی امر کی ہر پسند و ناپسند میں اور ہر تنگی و آسانی میں اور دوسروں کے ہم پر ترجیح دینے کے باوجود، سمع واطاعت کرتے رہنے پر بیعت کی اور یہ کہ ہم اپنے صاحب امر سے (بسلسلۂ اقتدار) جھگڑا مول نہ لیں، اِلا یہ کہ تم ان کا کسی صریح کفر کا مرتکب ہونا کہ جس کے کفر پر تمہارے پاس واضح برہان ہو، دیکھ لو]

حکام کے ساتھ خیر خواہی

(۳) حکام کا رعیت پر یہ حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کریں، خیر خواہی کی بہت سی صورتیں ہیں: (۱) معروف یعنی نیکی کے کاموں میں ان کی سمع واطاعت (۲) ان کیلئے سداد واستقامت کی دعا (۳) ان پر خروج یعنی بغاوت سے یکسر گریز کرنا، خواہ وہ ظلم ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

اس خیر خواہی کے بہت سے ادلہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: [الدین النصیحة ، قلنا : لمن ؟ قال : لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم]

یعنی: [دین تو خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا: کس کیلئے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے، اسکی کتاب کیلئے، اسکے رسول کیلئے، مسلمانوں کے أئمہ وحکام کیلئے، اور عامۃ الناس کیلئے] (صحیح مسلم (۹۵)

مؤطا امام مالک (۲/۹۹۰) میں سہیل بن ابی صالح اپنے والد ابوصالح، اور وہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [إن الله یرضى لکم ثلاثا، ویسخط لکم ثلاثا ، یرضى لکم أن تعبدوه ولاتشرکوابه شیئا ، وأن تعتصموا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بحبل الله جميعا ، وأن تناصحوا من ولاه الله أمركم ، ويسخط لكم قيل وقال، واضاعة المال ، وكثرة السؤال]

یعنی: [بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزیں پسند فرماتا ہے، اور تین ناپسند۔ جو چیزیں پسند فرماتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور یہ کہ تم سب ملکر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں تمہارے امور کا نگران اور حاکم مقرر فرمایا ہے، ان کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا باعث ہیں وہ: قیل وقال، مال کو ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا ہیں۔] اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند (۸۷۹۹) میں روایت فرمایا ہے، اور یہ صحیح حدیث ہے۔

مسند احمد (۲۱۵۹۰) میں، بسندِ صحیح، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں: [ثلاث لايغل عليهن قلب مسلم أبدا :إخلاص العمل لله ، ومناصحة ولاة الأمر ، ولزوم الجماعة ، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم]

ترجمہ: [تین خصلتیں ایسی ہیں جن پر کسی مسلمان کا دل فریب خوردہ نہیں ہوسکتا، ایک اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاصِ عمل، دوسری حکام کے ساتھ خیر خواہی، تیسری جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا،...

حافظ ابن القیم "مفتاح دار السعادة" (ص:۷۹) میں مذکورہ حدیث کے ٹکڑے [لایغل علیھن قلب مسلم] کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یعنی جب تک مسلمان کے دل میں یہ تین چیزیں باقی اور موجود ہیں، تب تک اس کا دل غل یعنی دھوکا، فریب، ہر قسم کے فساد اور میل کچیل سے پاک ہوگا۔

پھر مزید فرماتے ہیں: حکام کے ساتھ خیر خواہی بھی فریب خوردگی کے منافی ہے؛ کیونکہ خیر خواہی اور فریب اکٹھے نہیں ہوسکتے، بلکہ خیر خواہی، فریب کی ضد ہے، جو ائمہ اور اُمت کا خیر خواہ ہوگا وہ ہر قسم کے فریب سے پاک ہوگیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: [ولزوم جماعتهم] یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا، بھی دل کو دھوکے سے پاک کرتا ہے؛ کیونکہ جب تک ایک شخص بھی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چمٹا رہے گا، تب تک وہ ان کیلئے وہی کچھ پسند کرے گا یا ناپسند کرے گا، جو اپنے لئے پسند یا ناپسند کرے گا، اور تب تک جو چیز اس کیلئے خوشی یا تکلیف کا موجب ہوگی، اسی چیز کو ان کیلئے بھی خوشی یا تکلیف کی موجب تصور کرے گا۔"

امام نووی شرح مسلم (۲/۳۸) میں فرماتے ہیں:

"مسلمان حکام کے ساتھ خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ امورِ حق پر ان کی معاونت اور اطاعت کرے، نیز انتہائی نرم خوئی اور لطف ومحبت کے ساتھ انہیں حق کی تلقین وتبلیغ کرتا رہے، اگر حکام کی طرف سے مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی یا غفلت کا ارتکاب دیکھے تو ان پر تنقید کا طوفان بپا کرنے کے بجائے انہیں اچھے طریقے سے باخبر کرے۔ ان پر خروج یعنی بغاوت سے یکسر گریز کرے، عامۃ الناس کو بھی ان کی اطاعت کی ترغیب دے۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حکام کے ساتھ خیر خواہی کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھے، ان کے ساتھ ملکر جہاد کرے، اپنے صدقات انہی کو ادا کرے، اور اگر ان سے ظلم یا بد معاملگی ظاہر ہو تو ان سے بغاوت کی راہ اختیار نہ کرے، ان کی جھوٹی تعریفیں کرکے انہیں دھوکے میں نہ رکھے، اور ان کی رشد وصلاح کی دعائیں کرتا رہے۔"

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۱۳۸) میں فرماتے ہیں:

"أئمة المسلمین کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کاندھوں پر جو بارِ سلطنت ڈال دیا گیا ہے، اس پر ان کی اعانت کرے، بصورتِ غفلت انہیں آگاہی دے کر بیدار کرے، کسی کوتاہی یا غلطی کی صورت میں ان کی اصلاح کردے، ان پر رعیت کا شیرازہ بکھیرنے کی بجائے مجتمع رکھے، جو دل حکام سے متنفر ہوں ان کی اصلاح کرکے انہیں حکام کے قریب کردے۔

سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں ارتکابِ ظلم سے، بطریقِ احسن باز رکھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

أئمة المسلمین کے زمرے میں، ائمۂ اجتہاد (علماء وقضاۃ) بھی آتے ہیں، جن کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے علوم کو پھیلایا جائے، ان کی مناقب (اچھائیاں) عام کی جائیں اور ان کے ساتھ ہمیشہ اچھا گمان رکھا جائے۔"

واضح ہو کہ حکام کے ساتھ، بلکہ ہر کسی کے ساتھ خیر خواہی تنہائی میں، انتہائی رفق اور نرم خوئی کے ساتھ ہونی چاہئے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا موسیٰ اور ھارون علیہما السلام سے یہ فرمانا ہے:

﴿ اِذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى. فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى ﴾

ترجمہ: "تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے" (طٰہٰ: ۴۳، ۴۴)

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال: [إن الرفق لايكون في شيء إلا زانه، ولاينزع من شيء إلا شانه] یعنی: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رفق یعنی نرمی جس چیز میں آ جائے اسے خوبصورت کر دیتی ہے، اور جس چیز سے چھین لی جائے اسے بدصورت کر دیتی ہے] (صحیح مسلم (۲۵۹۴)

صحیح بخاری (۳۲۶۷) اور صحیح مسلم (۲۹۸۹) میں، ابووائل شقیق بن سلمۃ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اسامہ سے کہا گیا: [آپ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر داخل ہو کر ان سے بات کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا: تم سمجھتے ہو کہ میں ان سے بات کروں تا کہ تم سنو؟ واللہ! میں نے ان سے تنہائی میں بات کی ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ میں ایک ایسی روش شروع کروں، جس کا شروع کرنا میرے ساتھ منسوب کر دیا جائے۔ الحدیث] (یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۳/۵۱) میں اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسامہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس بات کی طرف تم نے اشارہ کیا ہے وہ میں امیر المؤمنین سے تنہائی میں کر چکا ہوں؛ کیونکہ مصلحت اور ادب کا یہی تقاضہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میری بات کسی فتنہ کا سبب بن جائے "

عن عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: [من أراد أن ینصح السلطان بأمر فلا یبدله علانیة ولکن لیأخذ بیده فیخلو به، فإن قبل منه فذاک، وإلا کان قد أدی الذی علیه له]

ترجمہ: [جس شخص کا بادشاہِ وقت کو کوئی نصیحت کرنے کا ارادہ ہو تو وہ علی الاعلان اس کا اظہار نہ کرے، بلکہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے تنہائی میں لے جائے (اور وہ نصیحت پیش کر دے) اگر وہ اسے قبول کر لے تو بہت بہتر ہے، ورنہ اس نے اپنا فریضہ ادا کر دیا] (مسند احمد (۱۵۳۳۳) مستدرک حاکم (۳/۲۹۰) کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۹۶ تا ۱۰۹۸) شیخ البانی اس کی تخریج (۲/۵۲۳) میں فرماتے ہیں: یہ حدیث اپنے طرق کے مجموعہ کی بناء پر صحیح ہے۔)

اگر حاکم کو نصیحت کرنا، رفق ولین (نرمی) سے خالی ہو، اور وہ اعلانیہ بھی ہو، تو وہ فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہوگی۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جب اس میں کوئی عیب ہو تو اسے نرمی سے تنہائی میں نصیحت کی جائے، تو پھر اسے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنا چاہئے جو وہ اپنے بارہ میں چاہتا ہے (اور خصوصاً حکام اس سلوک کے زیادہ مستحق ہیں)

صحیح مسلم (۱۸۴۴) میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: [جو شخص جہنم سے بچاؤ اور جنت کا داخلہ چاہتا ہے تو اس کی موت اس طرح آنی چاہئے کہ اس کا اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان ہو، اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک اور معاملہ کرے جو اپنے بارہ میں چاہتا ہے]

حکام کی اطاعت معروف میں ہے معصیت میں نہیں

(۴) حکام کے ساتھ خیرخواہی میں یہ انتہائی اہم نکتہ شامل ہے کہ امرِ معروف میں ان کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو ان کی سمع واطاعت سے گریز کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (النساء:۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی''

حکام کی سمع واطاعت پر بے شمار احادیث مروی ہیں، جن میں سے عبداللہ بن عمر، ابوھریرۃ، ابوذر غفاری اور عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہم کی احادیث اسی بحث میں گزر چکی ہیں۔

سنن نسائی (۴۱۶۸) میں صحیح سند کے ساتھ، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

[بايعت النبي ﷺ على السمع والطاعة وأن أنصح لكل مسلم] یعنی: [میں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر حکام کی سمع واطاعت کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہنے کی بیعت کی ہے]

صحیح مسلم (۱۸۴۷) میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں، رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں: [تسمع وتطيع للأمير، وإن ضرب ظهرك وأخذ مالك، فاسمع وأطع]

یعنی: [امیر کی سمع واطاعت کرو، اور اگر وہ تمہاری پشت پر کوڑے مارتا ہو اور تمہارے مال کی زکوٰۃ وصول کرتا ہو تو ضرور اس کی بات سنو اور اطاعت کرو]

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: [من أطاعني فقد أطاع الله، ومن يعصني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور جو اپنے امیر کی اطاعت کرتا ہے، اس نے میری اطاعت کی، اور جو اپنے امیر کی نافرمانی کرتا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے میری نافرمانی کی] (صحیح بخاری (۷۱۳۷) صحیح مسلم (۱۸۳۵) یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

صحیح مسلم (۱۸۴۶) میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: سلمۃ بن یزید الجعفی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے نبی! اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنے حقوق کا تو تقاضہ کریں، مگر ہمیں ہمارے حقوق سے منع کر دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [سنو اور اطاعت کرو، ان پر ان کی ذمہ داریاں ہیں اور تم پر تمہاری ذمہ داریاں ہیں]

تفسیرِ قرطبی (۲۵۹/۵) میں ہے: ''سھل بن عبداللہ التستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حاکمِ وقت، کسی عالم کو فتویٰ دینے سے روک دے، تو اسے فتویٰ دینا جائز نہیں ہوگا، اور اگر وہ فتویٰ دے گا تو نافرمان قرار پائے گا، خواہ وہ حاکم ظالم ہی کیوں نہ ہو''

اس کی دلیل عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لا یقص إلا أمیر أو مأمور أو مختال] یعنی: [تقریر یا تو حاکم کرتا ہے، یا حاکم کا مأمور، یا پھر متکبر] (مسند احمد (۲۴۰۰۵) ابوداؤد (۳۶۶۵) یہ حدیث اپنے جملہ طرق کے ساتھ صحیح ہے، شیخ البانی کی مشکوٰۃ کی حدیث (۲۴۰) پر تعلیق ملاحظہ ہو)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حجِ تمتع کا فتویٰ دیتے تھے، انہیں یہ خبر پہنچی کے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجِ افراد کا حکم ارشاد فرمایا ہے، تو انہوں نے لوگوں سے کہا: [ہم نے جسے حجِ تمتع کا فتویٰ دیا ہے وہ رُک جائے؛ کیونکہ امیر المؤمنین تشریف لانے والے ہیں، انہی کے حکم کی اقتداء کرنا] (صحیح مسلم (۱۲۲۱)

السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۴۴/۳) میں ہے، عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: [ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ، میدانِ منیٰ میں تھے جب وہ (ابن مسعود) منیٰ کی مسجد میں داخل ہوئے تو پوچھا: امیر المؤمنین نے کتنی رکعت پڑھی ہیں؟ لوگوں نے کہا: چار رکعت، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی چار رکعت پڑھیں۔ ہم نے عرض کیا: آپ ہی تو حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے میدانِ منیٰ میں دو رکعت پڑھیں (یعنی نماز قصر کی)؟ نیز ابوبکر صدیق ﷛ نے بھی دو رکعت پڑھیں؟

فرمایا: کیوں نہیں، یہ حدیث میں اب بھی بیان کرتا ہوں، لیکن چونکہ عثمانِ غنی ﷛ ہمارے امیر ہیں، مجھے ان کی مخالفت گوارہ نہیں؛ اور اختلاف تو انتہائی بُری چیز ہے]

یہ حدیث ابوداؤد (۱۹۶۰) میں بھی ہے، بیہقی (۱۴۳/۳) نے اسے اپنی سند سے روایت کیا ہے مگر اس میں ایک مبہم راوی ہے، بیہقی ایک اور سند بھی لائے ہیں، اس میں بھی ایک مبہم راوی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: [میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں]

سفر میں پوری نماز پڑھنا اگرچہ خلافِ اَولیٰ ہے، مگر ابنِ مسعود ﷛ نے امیر المؤمنین کی مخالفت ترک کرنے کو بہتر سمجھا اور پوری نماز پڑھی۔

صحیح بخاری (۹۵۶) اور صحیح مسلم (۸۸۹) میں، مروان کا عید کے دن، نماز سے قبل خطبہ دینے اور ابوسعید الخدری ﷛ کے انکار کرنے کا قصہ مذکور ہے۔ اس کے تحت حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۵۰/۲) میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک عالم کا خلافِ اَولیٰ مسئلہ پر عمل کرنا جائز ہے، اس وقت جب حاکم اَولیٰ مسئلہ پر موافقت نہ کرے؛ کیونکہ ابوسعید الخدری ﷛ اس انکار کے بعد میدانِ عید سے واپس نہیں گئے بلکہ امیر کے ساتھ خطبہ اور نماز ادا کی۔ جس سے یہ استدلال بھی کیا جاسکتا ہے کہ عید کے دن ابتداء بالصلاۃ، صحتِ نماز کیلئے شرط نہیں ہے (واللہ اعلم)

حافظ ابنِ رجب رحمہ اللہ "جامع العلوم والحکم" (۱۱۷/۲) میں فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کے حکام کی سمع واطاعت، سعادتِ دنیا کی موجب ہے، اس سمع واطاعت کے ساتھ بندوں کی معیشت کی مصلحتوں کا منظم ہونا وابستہ ہے، اور اسی سے پروردگار کی اطاعت کے اظہار پر مدد ملتی ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حکام کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا

(۵) حکام کے ساتھ خیر خواہی کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان کی استقامت وسداد کیلئے دعا کی جائے، اور بددعا نہ کی جائے، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی طریقہ تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''السیاسۃ الشرعیۃ'' (ص:۱۲۹) میں فرماتے ہیں:

''اسی لئے سلف صالحین، مثلاً: فضیل بن عیاض اور احمد بن حنبل وغیرہ فرمایا کرتے تھے: ''لو کان لنا دعوۃ مجابۃ لدعونا بھا للسلطان '' یعنی: اگر ہمیں کسی دعا کے قبول ہونے کا علم ہو جائے تو وہ دعا ہم بادشاہِ وقت کیلئے کریں گے۔

شیخ ابو محمد الحسن البربھاری اپنی کتاب ''شرح السنۃ'' (ص:۱۱۶) میں فرماتے ہیں:

''جب تم کسی شخص کو بادشاہ پر بددعا کرتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ شخص بدعتی ہے، اور جب تم کسی شخص کو بادشاہ کی درستگی واصلاح کی دعا کرتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ ان شاء اللہ صاحبِ سنت ہے، فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے: اگر میرے پاس کوئی دعاءِ مستجاب ہو تو میں وہ دعا صرف حاکمِ وقت کو دونگا۔ (امام بربھاری، فضیل بن عیاض کے اس قول کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:) کسی نے ان سے کہا: اے ابوعلی! اپنے اس قول کی وضاحت کرو، فرمایا: وہ دعاءِ مستجاب اگر میں اپنے لئے مانگوں گا تو اس کا اثر میری ذات تک محدود رہے گا، آگے نہیں بڑھے گا، اور اگر وہ دعا حاکم کو دونگا تو اس کی اصلاح ہوگی، اور اس کی اصلاح سے لوگوں اور شہروں کی اصلاح ہوگی، تو ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم حکام کی اصلاح کی دعا کریں، یہ حکم نہیں کہ ان پر بددعا کریں، خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ ان کا ظلم وجور ان کی ذات پر ہے، اور ان کی اصلاح ان کی ذات اور تمام مسلمانوں کی اصلاح ہے''

امام طحاوی ''عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ'' میں فرماتے ہیں:

''ہم اپنے ائمہ اور ولاۃ امور، خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں، پر خروج وبغاوت جائز نہیں سمجھتے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہ ہم ان پر بددعا کرتے ہیں، نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں، ان کی اطاعت کو، اللہ تعالی کی اطاعت قرار دیتے ہوئے، شرعی فریضہ قرار دیتے ہیں، جب تک وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں، ان کیلئے ہمیشہ اصلاح وعافیت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں"

(شرح العقيدة الطحاوية لابن ابی العز (٥٤٠)

شیخ ابواسمٰعیل الصابونی اپنی کتاب "عقيدة السلف أصحاب الحديث" (ص:٩٢تا ٩٣) میں فرماتے ہیں:

"اصحاب الحدیث ہر مسلم حکمران، خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر، کے پیچھے، جمعہ، عیدین اور دیگر نمازیں ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں، نیز ان کے ظلم وجور اور فسق وفجور کے باوجود ان کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد ضروری قرار دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کیلئے اصلاح، توفیق، استقامت اور رعیت میں عدل وانصاف عام کرنے کی دعائیں مانگتے رہنے کی تلقین کرتے ہیں"

(٦) حکام سے اگر کسی قسم کے ظلم یا گناہ کا ارتکاب ثابت ہو جائے تو ان پر خروج یا بغاوت جائز نہیں؛ کیونکہ بغاوت پر جو بے انتہاء فتنہ وفساد مرتب ہو سکتا ہے وہ حکام کے ظلم یا معصیت سے کہیں زیادہ ہوگا، الا یہ کہ وہ کسی واضح اور کھلم کھلا کفر کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ اس موقف پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سلف صالحین کا عمل، بطور دلیل موجود ہے۔

صحیح بخاری (٧٠٥٥) اور صحیح مسلم (١٧٠٩) میں، عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے، فرماتے ہیں:

[بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة في منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا ، وأثرة علينا، وأن لا ننازع الأمر أهله ،إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان]

ترجمہ: [ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اپنے ولی امر کی ہر پسند وناپسند میں اور ہر تنگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وآسانی میں اور دوسروں کے ہم پر ترجیح دینے کے باوجود، سمع واطاعت کرتے رہنے پر بیعت کی ہے اور یہ کہ ہم اپنے صاحب امر سے (بسلسلۂ اقتدار) جھگڑا مول نہ لیں، الا یہ کہ تم ان کا کسی صریح کفر کا مرتکب ہونا کہ جس کے کفر پر تمہارے پاس واضح برہان ہو، دیکھ لو]

عن عوف بن مالک الأشجعي ﷺ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: [خيار كم أئمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم، وتصلون عليهم ويصلون عليكم، وشرار أئمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم، وتلعنونهم ويلعنونكم ، قالوا: قلنا: يارسول الله! أ فلا ننابذ هم عند ذلک؟ قال: لا! ماأقاموا فيكم الصلاة، لا! ماأقاموا فيكم الصلاة، ألا من ولي عليه وال، فرآه يأتي شيئا من معصية ،فليكره مايأتي من معصية الله، ولا ينزعن يدا من طاعة]

ترجمہ: عوف بن مالک الأشجعی ﷺ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم انہیں دعائیں دو اور وہ تمہیں دعائیں دیں، جبکہ بدترین حکمران وہ ہیں، جن سے تم بغض وعداوت رکھو اور وہ تم سے بغض وعداوت رکھیں، تم ان پر لعنتیں برساؤ اور وہ تم پر لعنتیں برسائیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم ایسے حکمران پائیں تو ان سے اپنا اطاعت کا ہاتھ کھینچ نہ لیں؟ فرمایا: نہیں، جب تک نماز قائم کرتے ہوں۔ نہیں، جب تک نماز قائم کرتے ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا: جس شخص پر کوئی حاکم مقرر ہو، اور وہ اس کے اندر کسی گناہ کا ارتکاب دیکھتا ہو تو اس گناہ سے نفرت کرے، لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے] (صحیح مسلم(۱۸۵۵)

عن أم سلمة رضي الله عنها عن النبي ﷺ أنه قال: [إنه يستعمل عليكم أمراء، فتعرفون وتنكرون، فمن كره فقد برئ ، ومن أنكر فقد سلم ، ولكن من رضي وتابع ، قالوا: يارسول الله !ألا نقاتلهم؟ قال: لا ما صلوا]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: اُم سلمۃ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: [عنقریب تم پر ایسے امراء وحکام مقرر ہونگے جن کے کچھ امور کو تم (شریعت کی موافقت کی وجہ سے) پہچانتے ہوگے، جبکہ کچھ امور کا (عدمِ موافقت کی وجہ سے) انکار کرتے ہوگے، جس نے قابلِ انکار امور کو ناپسند کیا وہ بری ہوگیا، اور جس نے انکار کردیا اس نے سلامتی پالی، لیکن جو ان امور پر راضی ہوگیا اور متابعت بھی کرلی (وہ بربادی کی راہ پر چل نکلا) صحابہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم ایسے حکام سے قتال نہ کریں؟ فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہوں] (صحیح مسلم (۱۸۵۴)

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن النبی ﷺ قال: من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر عليه، فإنه من فارق الجماعة شبرا فمات إلا مات ميتة جاهلية]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ اس پر صبر کرے؛ کیونکہ جو شخص ایک بالشت بھر جماعت سے جدا ہوا اور مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی]

(صحیح بخاری (۷۰۵۴) اور صحیح مسلم (۱۸۴۹)

حافظ ابنِ حجر فتح الباری (۱۳/۷) میں فرماتے ہیں:

''ابنِ ابی جمرۃ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جماعت سے مفارقت یعنی جدائی سے مراد یہ ہے کہ امیر کو جو عقدِ بیعت حاصل ہے اس کی گرہ کھولنے کی کوشش کرے، خواہ وہ کوشش کتنی ہی معمولی ہی کیوں نہ ہو، اس معمولی کوشش کی مقدار کو ''شبر'' یعنی بالشت کی تعبیر سے واضح فرمایا؛ کیونکہ اس کوشش کا نتیجہ، ناحق خون ریزی کے سوا کچھ نہیں''

امام احمد اپنے ''الاعتقاد'' میں فرماتے ہیں:

''کسی شخص کیلئے بادشاہ سے قتال کرنا یا اس پر خروج وبغاوت اختیار کرنا حلال نہیں ہے، جس شخص نے ایسا کیا وہ سنت وہدایت کے راستے سے بھٹک کر بدعتی بن جائے گا''

(السنۃ للالکائی (۱/۱۶۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابھی ابھی امام طحاوی کا قول گزرا ہے،(افادیت کیلئے دوبارہ نقل کیا جاتا ہے:)

''ہم اپنے ائمہ اور ولاۃ امور، خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں، پر خروج وبغاوت جائز نہیں سمجھتے، نہ ہم ان پر بددعا کرتے ہیں، نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں، ان کی اطاعت کو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیتے ہوئے، شرعی فریضہ قرار دیتے ہیں، جب تک وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں، ان کیلئے ہمیشہ اصلاح وعافیت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں''

امام صابونی ''عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث''(ص:۹۳) میں فرماتے ہیں:

''(أھل السنۃ) حکام پر خروج بالسیف جائز قرار نہیں دیتے، خواہ وہ انہیں راہِ عدل سے انحراف اختیار کرکے، ظلم وستم کی راہ پر مائل کیوں نہ دیکھیں''

شریعت کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ اگر دو ضرر مسلط ہوں تو ان میں سے ہلکے ضرر کا ارتکاب کیا جائے تاکہ بڑے ضرر سے بچ سکیں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اعلام الموقعین''(۱۵/۳) میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کیلئے برائی کے انکار کے واجب ہونے کو مشروع قرار دیا ہے؛ تاکہ برائی کے انکار سے، اس کی جگہ وہ نیکی آجائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے، لیکن جب کسی برائی کا انکار، اس سے بڑی برائی کو مستلزم ہو، جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو زیادہ مبغوض وناپسندیدہ ہو، تو پھر اس چھوٹی برائی کا انکار جائز نہیں ہوگا، اگرچہ وہ چھوٹی برائی بھی اللہ تعالیٰ کے بغض اور ناراضگی کا باعث ہو۔ اس کی مثال حکام وملوک پر انکار، خروج اور بغاوت سے دی جاسکتی ہے (اگرچہ ان حکام کا باقی رہنا ایک برائی ہوسکتا ہے) لیکن ان پر بغاوت کا راستہ اختیار کرنے سے، ایک ایسی اس سے بھی بڑی برائی جنم لے سکتی ہے جو قیامت تک ہر شر اور فتنہ کی بنیاد بن سکتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:''تکون امور مشتبھات، فعلیکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بالتؤدة؛ فإن أحدكم أن يكون تابعا في الخير خير من أن يكون رأسا في الشر"

یعنی: "بہت سے ایسے امور ہونگے جو تم پر مشتبہ ہونگے، ان امور کے تعلق سے تم تحمل، بردباری اور دھیما پن اختیار کرو؛ کیونکہ تم اگر خیر میں تابعدار بن کر رہو تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم شر میں لیڈر بن کر رہو" (شعب الایمان للبیهقی (۷/۲۹۷)

سلف صالحین کے نقشِ قدم کی پیروی کا بیان

۲۸۔ قوله: "واتباع السلف الصالح واقتفاء آثارهم و الاستغفار لهم"

ترجمہ: "سلف صالحین کی اتباع، ان کے نقشِ قدم کی پیروی اور ان کیلئے استغفار کرتے رہنا (اہل السنۃ کے معتقدات میں شامل ہے)"

شرح:

تمام تر خیر وسعادت، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور ان کے اتباع کی پیروی میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کی پیش گوئی فرمائی ہے، اور یہ خبر بھی دی ہے کہ ان فرقوں میں ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے، پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک (جنتی) گروہ کون ہے؟ فرمایا: وہ "الجماعۃ" ہے۔ یہ حدیث پیچھے بیان ہو چکی، نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی گزر چکا:

[...فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى إختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الامور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة]

ترجمہ: [...میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، اس وقت تم میری سنت کو لازم پکڑ لینا، نیز خلفاءِ راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو بھی، اسے مضبوطی سے تھام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لینا، بلکہ اپنی داڑھوں میں دبالینا، اور نئے نئے امور سے بچنا، ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے]

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی گزر چکا: ''لن یصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها'' یعنی: اس امت کا آخری دور اسی چیز کے ساتھ سنور سکتا ہے، جس چیز کے ساتھ اس امت کا پہلا دور سنورا تھا۔

امام احمد بن حنبل ''الاعتقاد'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

''اصول السنة عندنا التمسک بما کان علیه أصحاب رسول الله ﷺ والاقتداء بهم، وترک البدع، وکل بدعة فهي ضلالة، وترک الخصومات والجلوس مع أصحاب الأهواء، وترک المراء والجدال والخصومات في الدين''

ترجمہ: ''صحابۂ کرام کے منہج کے ساتھ تمسک اور ان کی اقتداء، ہمارے نزدیک اصولِ دین میں سے ہے، نیز بدعات کو چھوڑ دینا بھی؛ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس کے علاوہ بدعتیوں کے ساتھ بیٹھنے اور جھگڑنے سے گریز کرنا، نیز دین میں جدال وخصومت سے بچنا بھی اصولِ دین میں شامل ہے'' (السنة للالکائی (١/١٥٦)

اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام کی ثناء فرمائی جو انصار ومہاجرین کے بعد آئے اور ان کیلئے استغفار کرتے رہے، نیز اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے رہے کہ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی کینہ یا خیانت پیدا نہ فرمانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

ترجمہ: ''اور ان کے لئے بھی جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، کہ جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کے واسطے ہمارے دلوں میں کینہ (بغض) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے" (الحشر:۱۰)

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب بعض لوگوں کو صحابہٴ کرام پر طعنہ زنی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:[أمروا أن يستغفروا لأصحاب النبي ﷺ فسبوهم]

یعنی:[انہیں تو حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے صحابہ کیلئے استغفار کریں، مگر یہ انہیں گالیوں سے نواز رہے ہیں] (صحیح مسلم:۳۰۲۲)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: "جو شخص باوجود راہِ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ کو چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دینگے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے"

"جامع بيان العلم وفضله "لابن عبدالبر(۲/۹۷) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے:

"من كان منكم متأسيا فليتأس بأصحاب محمد ﷺ؛ فإنهم كانوا أبر هذه الأمة قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، وأقومها هديا، وأحسنها حالا، قوما اختارهم الله تعالىٰ لصحبة نبيه ﷺ، فاعرفوا لهم فضلهم، واتبعوهم في آثارهم؛ فإنهم كانوا على الهدى المستقيم"

ترجمہ: "تم میں سے جو شخص کسی کو مثال بنا کر پیروی کرنا چاہتا ہے تو وہ محمد ﷺ کے اصحاب کو مثال بنالے؛ کیونکہ یہ لوگ باعتبار دلوں کے اس امت کے سب سے نیک لوگ ہیں، باعتبارِ علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سب سے گہرے ہیں، باعتبارِ تکلف سب سے کم ہیں، باعتبارِ ہدایت سب سے سیدھے ہیں، باعتبارِ حالت سب سے اچھے ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کیلئے چن لیا، ان کے فضل کو پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کے پیروکار بن جاؤ؛ کہ یہی لوگ صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔"

سنن الدارمی (۲۱۱) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مذکور ہے:

"اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم" یعنی: "تم (اصحابِ رسول ﷺ) کی اتباع کرو اور نئے طریقے اور راستے مت نکالو، ان کی پیروی میں ہی کفایت ہے"

عثمان بن حاضر فرماتے ہیں: "میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیے، فرمایا: ہاں، تم اللہ تعالیٰ کے خوف اور استقامت کا راستہ اختیار کئے رکھو، اصحابِ رسول کی اتباع کرو اور بدعت کے اختیار سے گریز کرو" (سنن الدارمی (۱۴۱)

محمد بن سیرین فرمایا کرتے تھے: "كانوا يرون أنه على الطريق ما كان على الاثر" یعنی: "(صحابہ وتابعین) کا یہ مسلک تھا کہ بندہ جب تک حدیثِ رسول ﷺ کے ساتھ وابستہ ہے، تب تک صراطِ مستقیم پر قائم ہے" (سنن الدارمی (۱۴۲)

سنن الدارمی (۱۴۴) میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مذکور ہے:

"تعلموا العلم قبل أن يقبض ، وقبضه أن يذهب أهله ، ألا وإياكم والتنطع والتعمق والبدع ، وعليكم بالعتيق"

ترجمہ: "علم حاصل کرو، قبل اس کے کہ اسے قبض کرلیا جائے، اسکا قبض کرنا، علماء کو اٹھالینا ہے۔ خبردار دین میں غلو، ضرورت سے زیادہ تعمق اور بدعات سے بچو، اور تم "عتیق" کو لازم پکڑلو۔"

"عتیق" سے مراد وہ مسئلہ جس پر قرآن وحدیث کی دلیل موجود ہو، اور جس پر سلف صالحین کا عمل ہو، اور جو مُحدَث یعنی نیا نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محمد بن نصر المروزی کی کتاب "السنۃ" (ص:۸۰) میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مذکور ہے: "تم آج فطرت دین پر قائم ہو، اور تم احادیث بیان کرتے ہو، اور تمہارے سامنے احادیث بیان کی جاتی ہیں، لیکن جب تم کوئی بھی نئی چیز دیکھو تو پہلی ہدایت (یعنی اصحاب رسول ﷺ کا طریقہ) کے ساتھ چمٹ جاؤ"

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "اے قراء کی جماعت! تم سیدھے راستے پر چلتے رہو، اللہ کی قسم، اگر تم صراط مستقیم پر چلتے رہو گے تو بڑی واضح سبقت حاصل کرلو گے، اور اگر تم دائیں بائیں پھر گئے تو پرلے درجے کے گمراہ ہو جاؤ گے" (حوالۂ مذکور (ص:۸۷)

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "اقتصاد في سنة خير من اجتهاد في بدعة، إنك إن تتبع خير من أن تبتدع، ولن تخطئ الطريق ما اتبعت الأثر"

ترجمہ: "سنت کی راہ میں تھوڑا عمل، بدعت کی راہ میں ڈھیروں عمل سے افضل ہے، تمہارا اتباع کا راستہ اختیار کرنا، بدعت کے راستے سے بہتر ہے، تم اس وقت تک راستہ نہیں بھٹک سکتے جب تک رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے آثار پر چل رہے ہو" (حوالۂ مذکور (ص:۱۰۰)

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لوگوں کے نام ایک کھلے خط میں فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مقابلے میں کسی کی رائے نہیں چل سکتی۔ (حوالۂ مذکور (ص:۹۴)

عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کا قول ہے "السنن! السنن! فإن السنن قوام الدين"

یعنی: "سنتوں کو تھامے رہو! سنتوں کو تھامے رہو! کیونکہ سنتیں دین کا قوام ہیں" (یعنی سنتوں پر عمل کرنے سے دین سیدھا رہتا ہے) (حوالۂ مذکور (ص:۱۱۰)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دين النبي محمد أخبار ۔۔۔ نعم المطية للفتى آثار

لا ترغبن عن الحديث وأهله ۔۔۔ فالرأي ليل والحديث نهار

ولربما جهل الفتى أثر الهدى ۔۔۔ والشمس بازغة لها أنوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ: محمد ﷺ کا دین تو احادیث ہیں، ایک نوجوان کی سب سے بہترین سواری احادیث وآثار ہیں۔ کبھی حدیث یا اہل الحدیث سے بے رغبتی نہ برتنا، کہ رائے تو اندھیری رات ہے اور حدیث جگمگاتا دن۔ کئی لوگوں کو آثار ہدایت دکھائی نہیں دیتے (اور یہ انتہائی تعجب خیز بات ہے کیونکہ) سورج تو اپنی شعاؤں کے ساتھ چمک دمک رہا ہے۔

ایک اور شاعر نے بہت ہی خوب فرمایا:

الفقه في الدين بالآثار مقترن فاشغل زمانك في فقه وفي أثر

فالشغل بالفقه والآثار مرتفع بقاصد الله فوق الشمس والقمر

ترجمہ: دین کی فقہ تو احادیث کے ساتھ مربوط ومنسلک ہے، لہذا اپنے اوقات کو حدیث وفقہ دونوں کو ساتھ حاصل کرنے میں گزارو۔ حدیث اور فقہ میں اشتغال، اللہ تعالیٰ جو شمس وقمر سے اوپر ہے کے قاصد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

دین میں جھگڑے سے یکسر گریز کیا جائے

۲۹: "وترك المراء والجدال في الدين"

ترجمہ: "(اہل السنۃ کے منہج میں یہ بات بھی شامل ہے کہ) دین میں جھگڑنے سے یکسر گریز کی جائے"

شرح

کتاب وسنت کی اتباع، اور ان کے نصوص پر مکمل استسلام اور انقیاد، اہل السنۃ والجماعۃ کا منہج

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے، یہ منہج صافی ان لوگوں کے طریقہ کے خلاف ہے جو عقل پر اعتماد کرنے اور نقل یعنی قرآن وحدیث میں کیڑے نکالنے کی روش پر قائم ہیں، جو اپنے باطل کو لیکر حق سے ٹکرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تا کہ کسی بھی طریقہ سے حق کو دبا دیں۔

حالانکہ قرآن وحدیث اس طرزِ جدال کی مخالفت کرتا ہے، اس سے تحذیر کے حوالے سے کئی دلائل موجود ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَٰلٍ بَعِيدٍ ﴾ (الشوریٰ:۱۸)

ترجمہ: "یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں، وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں"

نیز فرمایا: ﴿ وَجَٰدَلُوا بِالْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ﴾ (غافر:۵)

ترجمہ: "اور باطل کے ذریعہ کج بحثیاں کیں، تا کہ ان سے حق کو بگاڑ دیں"

نیز فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَٰنٍ مَّرِيدٍ ﴾

ترجمہ: "بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں" (الحج:۳)

نیز فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا كِتَٰبٍ مُّنِيرٍ ﴾

ترجمہ: "بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں" (الحج:۸)

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال: [إن أبغض الرجال إلى الله الألد الخصم]

ترجمہ: اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جھگڑالو شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے]

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری (۱۳/۱۸۱) میں جھگڑالو شخص سے مراد کافر یا وہ مسلمان جو اپنے باطل کے ذریعہ حق کے ساتھ مجادلہ کرے، بتلایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے: [ہدایت پالینے کے بعد کسی قوم کا گمراہ ہوجانا ''جدل'' یعنی جھگڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَکَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴾ (الزخرف:۵۸)

ترجمہ: ''تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو''

(جامع ترمذی (۳۲۵۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

صحیح مسلم (۲۶۶۶) میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن میں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں، جو ایک آیتِ کریمہ میں اختلاف کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور غضب کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر نمایاں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: [تم سے پہلے لوگ اپنی اپنی کتابوں میں اختلاف کرنے کی بناء پر برباد ہوگئے]

سنن ابن ماجہ (۲۵۴) میں ہے، جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [علم اس نیت سے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، اور نہ ہی اس نیت سے کہ سفہاء کے ساتھ جھگڑو، اور نہ ہی اس نیت سے کہ مجالس پر چھا جاؤ، جس نے ان مقاصد کیلئے علم حاصل کیا اس کیلئے آگ ہے، اس کیلئے آگ ہے۔]

ابن ابی العز الحنفی نے امام طحاوی کے قول ''ولا نماری فی دین اللہ '' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارا یہ منہج نہیں ہے کہ ہم اہل الحق پر بدعتیوں کے شبہات وارد کرکے ان سے خصومت یا جدال کریں، تاکہ انہیں مبتلائے شک کرکے، انہیں اہل بدعت کی طرف مائل کردیں؛ کیونکہ یہ معاملہ باطل کی طرف دعوت دینے، حق کو خلط ملط کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور دینِ اسلام کو بگاڑنے کے زمرے میں آتا ہے۔"

جو لوگ کجی اور گمراہی کا شکار ہیں ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی خرافات کے ساتھ جدال کرتے ہیں، نیز قرآن کی متشابہات کا اتباع کرتے ہیں۔ جبکہ اہل الحق کا طریقہ اس کے برعکس ہے، وہ محکم اور متشابہ ہر آیت پر ایمان رکھتے ہیں اور متشابہ کے فہم کیلئے اسے محکم کی طرف لوٹا دیتے ہیں، اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَایَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ . رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾ (آل عمران:۷،۸)

ترجمہ: "وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کیلئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ ومضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے"

صحیح بخاری (۴۵۴۷) اور صحیح مسلم (۲۶۶۵) میں ہے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے آیتِ کریمہ: ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ﴾ تلاوت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: [جب تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایسے لوگ دیکھو جو متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہیں، تو ان سے بچو، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (اہلِ زیغ) قرار دیا ہے]

سنن الدارمی (۲۰۶) میں ابوجعفر محمد بن علی الباقر کا یہ قول مذکور ہے: "جھگڑا کرنے والوں کے ساتھ مت بیٹھو یہ وہ لوگ ہیں جو آیاتِ متشابہات میں غور وخوض کرتے رہتے ہیں"

"جامع بیان العلم وفضلہ" لابن عبدالبر (۱/۱۳۴) میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول مذکور ہے:

"دین میں جھگڑنا دل کو سخت کر دیتا ہے، اور کینہ وبغض پیدا کر دیتا ہے"

اسی کتاب (۲/۹۳) میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ قول مذکور ہے:

"جو شخص اپنے دین کو خصومتوں کا نشانہ بنالیتا ہے وہ بے پناہ قلابازیاں کھاتا رہتا ہے"

واضح ہو کہ مجادلہ اس صورت میں حق اور ضروری ہے جب وہ بطریقِ احسن ہو، اور مقصود اظہارِ حق اور ردِ باطل ہو، اس قسم کے مجادلہ کا اللہ تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ﴾ (النحل:۱۲۵)

ترجمہ: "اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے"

نیز فرمایا: ﴿ وَلَا تُجَادِلُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ (العنکبوت:۴۶)

ترجمہ: " اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو، مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے ظالم ہیں"

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ایک باب مناظرہ، خصومت اور جدال کی ناپسندیدگی واضح کرنے کیلئے قائم فرمایا ہے۔ (دیکھئے ص ۹۲ تا ۹۹) پھر ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب مناظرہ اور مجادلہ کے اثبات کیلئے قائم فرمایا ہے، جس کا مقصود اقامتِ حجت ہو (دیکھیے ص ۹۹ تا ۱۰۸) ان دونوں ابواب میں انہوں نے بہت سے نصوص اور اہلِ علم کے آثار نقل فرمائے ہیں۔

بدعات کو کلی طور پر ترک کرنے کا بیان

۳۰. " وترک ما احدثه المحدثون. "

ترجمہ: "اہلِ بدعت نے، دین میں جو اضافے کیے ہیں، انہیں کلی طور پہ ترک کر دینا (بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج میں شامل ہے)"

شرح:

مؤلف، ابن ابی زید رحمہ اللہ نے پچھلے صفحات میں یہ بتلایا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا طریق ومنہج، سلف صالحین کی اتباع، ان کے نقشِ قدم کی پیروی اور ان کیلئے استغفار کرتے رہنا ہے، نیز دین کے معاملے میں خصومت وجدال سے گریز کرنا ہے۔

یہ سب کچھ بتا کر اب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ بدعت کے اس دین میں اضافوں اور زیادتیوں سے بچنا اور گریز کرنا بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ ہے۔

قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے آثار سے بدعات ومحدثات کے سلسلہ میں بڑی تنبیہ اور تحذیر وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

ترجمہ: "اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پہ چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تم پرہیزگاری اختیار کرو۔" (الانعام:۱۵۳)

نیز فرمایا ہے: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف:۳)

ترجمہ: "تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو"

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے: [من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد]

یعنی: [جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی بھی نئی چیز نکالی، وہ مردود ہوگی]

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: [من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد]

یعنی: [جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہ ہو تو وہ مردود ہوگا]

رسول اللہ ﷺ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا تھا:

[وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة]

یعنی: [اور تم بچو (دین میں) نئے نئے امور کی اختراع سے؛ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے]

یہ مکمل حدیث "الفائدة الاولى" کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

نیز صحیح مسلم (۷۶۷) میں مروی حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ بھی بیان ہو چکی، جس میں رسول اللہ ﷺ کا ہر خطبۂ جمعہ میں ان الفاظ کے کہنے کا ذکر ہے: [أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة]

ترجمہ: [أما بعد، بے شک سب سے بہترین حدیث، کتاب اللہ ہے اور سب سے بہترین طریقہ، محمد ﷺ کا ہے، اور سب سے بدترین کام وہ ہے جو نیا ہو (یعنی قرآن وحدیث سے ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہ ہو)اور ہر بدعت گمراہی ہے]

پچھلے صفحات میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث گزری ہے، جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی مذکور ہے:[فمن رغب عن سنتي فليس مني]

یعنی:[جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں ہے]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

[إن الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته]

یعنی:[بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی شخص سے توبہ چھپالی ہے، جب تک وہ اپنی بدعت کو چھوڑ نہ دے]امام منذری فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے،جیسا کہ''الترغيب والترهيب''(۱/۶۵)میں بھی ہے۔شیخ البانی نے''صحيح الترغيب''(۵۲)میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہماری اس کتاب کے فقرہ نمبر(۱) میں اس صحابی کا قصہ بیان ہو چکا ہے،جس نے اپنی قربانی کا جانور عید کی نماز سے قبل ذبح کرلیا تھا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا:[شاة تك شاة لحم]یعنی:[تمہاری یہ بکری محض گوشت کی بکری ہے](یعنی قربانی نہیں ہوئی)

اس کے علاوہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر بھی گزر چکا،جس میں انہوں نے ان لوگوں کے عمل کا انکار فرمایا تھا جو کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے،انہوں نے فرمایا تھا:''فعدوا سيئاتكم فأنا ضامن أن لا يضيع من حسناتكم شيء ''یعنی:''اس کی بجائے تم اپنے گناہ شمار کرلو،میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس طرح کم از کم تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی''(اس کے برعکس جو تسبیح کا عمل جس طریقے سے انجام دے رہے ہو یہ چونکہ بدعت ہے لہذا اس بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے تمہاری تمام نیکیاں برباد ہو جائیں گی)

امام محمد بن نصر المروزی کی''كتاب السنة''(۸۲)میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مذکور ہے: ''کل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسنة''

یعنی: ''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے کتنا ہی اچھا سمجھتے ہوں''

امام شاطبی کی کتاب ''الاعتصام'' (۱/۲۸) میں ہے، ابن الماجشون فرماتے ہیں: میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''من ابتدع فی الاسلام بدعة یراھا حسنة، فقد زعم أن محمدا خان الرسالة؛ لأن الله يقول: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴾ فمالم یکن یومئذ دینا فلایکون الیوم دینا''

ترجمہ: ''جس شخص نے دینِ اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کرڈالی اور اسے اچھا سمجھا، تو گویا وہ شخص اس زعمِ باطل میں مبتلا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت پہنچانے میں خیانت سے کام لیا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے، تمہارا دین مکمل کردیا ہے'' تو جو چیز رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے دور میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی''

ابونعیم الاصبھانی ''حلیۃ الاولیاء'' (۱۰/۲۴۴) میں ابوعثمان النیساپوری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

''من أمر السنة علی نفسه قولا وفعلا نطق بالحكمة، ومن أمر الهوىٰ علی نفسه قولا وفعلا نطق بالبدعة''

یعنی: ''جس شخص نے اپنے نفس پر، قولاً وفعلاً، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی حاکمیت قائم کرلی، وہ ناطقِ حکمت ہے، اور جس شخص نے اپنے نفس پر، قولاً وفعلاً، خواہشاتِ نفس کی حکمرانی قائم کرلی، وہ ناطقِ بدعت ہے''

سھل بن عبداللہ التستری رحمہ اللہ کا قول ہے:

''جس شخص نے علم میں کوئی نئی چیز جاری کی اس سے قیامت کے دن اس کی بابت سوال ہوگا، اگر وہ چیز سنت کے مطابق ہوئی تو وہ نجات پاجائے گا، ورنہ تباہ وبرباد ہوجائے گا۔''

حافظ ابن عبدالبر ''جامع بیان العلم وفضلہ'' (۲/۹۵) میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''ہر علاقے کے تمام محدثین وفقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہلِ کلام (متکلمین) بدعتی اور مجروح ہیں، نیز علماء کے نزدیک وہ لوگ طبقۂ علماء میں شمار نہیں ہوتے، علماء تو صرف وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث حاصل کرتے اور ان میں تفقہ کرتے ہیں، اور احادیث میں اتقان وتمیز کی بناء پر ایک دوسرے پر فوقیت وفضیلت حاصل کرتے ہیں''

امام ابن امام، عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی اپنے'' منظومة حائية '' کے مطلع میں کیا خوب فرماتے ہیں:

تمسک بحبل الله واتبع الهدى   ولا تک بدعیا لعلک تفلح

ودن بکتاب الله والسنن التي   أتت عن رسول الله تنجو وتربح

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے، راہِ ہدایت کی اتباع کرلے، اور بدعتی نہ بن، شاید کہ تو فلاح پاجائے۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار بن جا، نجات پاجائے گا، اور خوب نفع حاصل کرے گا۔

آج کے دور میں بڑی بدعات ومحدثات میں سے ایک بدعت کی نشاندھی ہم حوضِ کوثر کی بحث میں کرچکے ہیں، جس میں ایک معاصر نے شرعی صحابیت کو ان انصار ومہاجرین تک محدود کردیا ہے جو صلحِ حدیبیہ سے قبل اسلام لاچکے تھے، وہ ان صحابۂ کرام کو جو حدیبیہ کے بعد اسلام لائے یا ہجرت کی، صحابی تسلیم نہیں کرتا، اسی طرح جن صحابہ نے ہجرت نہیں کی لیکن انہیں نبی ﷺ سے لقاء کا شرف حاصل ہوگیا تھا، انہیں بھی صحابی تسلیم نہیں کرتا، وہ ان تمام صحابہ کی صحبت کو جن میں سرِفہرست عباس بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے عبداللہ جیسے صحابہ کا نام آتا ہے، منافقین وکفار جیسی صحبت قرار دیتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ بدعتِ ضلالت ہے، گزشتہ صدیوں میں ایسی بات کوئی نہ کہہ سکا، ایک مثل مشہور ہے: "کم ترک الاول للآخر" جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے دور میں گذرے ہوئے بدعتیوں نے، بعد میں آنے والے بدعتیوں کیلئے بہت سی باتیں چھوڑ رکھی ہیں، چنانچہ سابقہ ادوار کے مبتدعین کو تو یہ بدعت نہ سوجھی، لیکن معاصر بدعتی (مالکی) کے ہاتھ لگ گئی۔

ان بدعات کا بوجھ، سابقہ مبتدعین پر بھی ہے اور بعد میں آنے والے وہ مبتدعین بھی اس ہولناک بوجھ کے متحمل ہونگے جو ان کے نقشِ قدم کے پیروکار بن گئے۔

"وصلى الله على سيدنا محمد نبيه، وعلى آله وأزواجه وذريته ،وسلم تسليما كثيرا"

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار، نبی پاک محمد ﷺ پر، آپ کی آل، ازواجِ مطہرات اور ذریات پر رحمتیں اور بہت زیادہ سلامتیاں نازل فرمائے۔

شرح:

مؤلف ابن ابی زید رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ کے مقدمہ کا اختتام رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام سے فرمایا ہے، یہی سلف صالحین کا طریقہ تھا، بہت سے مؤلفین نے اپنی مؤلفات کا اختتام اسی مبارک طریقہ یعنی رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کے ساتھ کیا ہے۔

اس شرح کی تالیف سے، جمعرات کی صبح، جمادی الاولیٰ کی آٹھ تاریخ ۱۴۲۳ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔

(مترجم عبداللہ ناصر الرحمانی کہتا ہے اس ترجمہ کی براہِ راست کمپیوٹر پر املاء سے یکم شعبان ۱۴۲۶ھ بمطابق ۶ ستمبر 2005، بروز منگل فراغت حاصل ہوئی۔)

والحمد لله أولاً وآخراً على نعمه الظاهرة والباطنة،وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله نبينا وإمامنا محمد ومن سلك سبيله واهتدى بهديه إلى يوم الدين.

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ